محمود خاور کی بچوں کی عمران سیریز کا مکمل ناول

لنگڑا جاسوس

محمود خاور

باتیں

بھئی دوستو! ہم تو وعدے کے مطابق ہر مہینے آپ کی خدمت میں بچوں کی
مران سیریز کے دو ناول لیکر پابندی سے حاضر ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوستوں نے
ہمیں تعریفی خطوط بھی لکھے اور فرمائش کی کہ ان کے خطوط کے جوابات بھی دیئے جائیں
دوستو! آپ ہمیں جو خط لکھیں گے ہم انشاء اللہ آئندہ ماہ کی کتابوں میں ان کے
وابات بھی دیں گے۔ پچھلے ماہ کی کتاب خوفناک لوگ میں ہم نے ذہنی آزمائش کا معلوماتی
قابلہ "بتایئے کیسے" دیا تھا جس میں بہت سے ساتھیوں نے شرکت کی۔ نیا مقابلہ
ر پچھلے ماہ کے نتائج اس کتاب میں دیئے جا رہے ہیں۔ دوستوں نے ایک گلہ
یا ہے کہ مقابلہ دونوں کتابوں میں شامل کیوں نہیں تھا۔ تو دوستو! اس دفعہ
قابلہ دونوں کتابوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اب تو آپ کی شکایت دور ہو گئی یہ
ول لنگڑا جاسوس پڑھنے کے بعد ایک نمبر کا چور ضرور پڑھیئے گا آپ کو مزہ آجائیگا
ے کتنا مزا آتا ہے عمران سلیمان کی باتوں اور حرکتوں میں، یہ پڑھیئے گا "ایک نمبر کا
ر" میں۔ اب آپ کی ایک اور فرمائش پوری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ
ں نے چچا بہادر کے بارے میں لکھا ہے کہ ان پر اب تک صرف ایک ناول ہی آیا،
لہ ہمیں ان کے دوسرے ناولوں کا بھی انتظار ہے۔ تو بس آپ کی فرمائش ہم نے
ٹ کرلی اور اب ۲۵ جولائی کو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ناول چچا بہادر
پُراسرار چکر" تاریخ کو ذہن میں رکھ لیں اور اپنا ناول آج ہی قریبی بک سٹال
بک کروا لیں پھر نہ کہیئے گا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

اللہ حافظ

محمود خاور

"کیا بات ہے عمران صاحب کچھ پریشان، کچھ اُداس اور کچھ ناامید سے نظر آ رہے ہیں۔"

سلیمان نے عمران کو یوں خاموش لیٹے ہوئے چھت کو گھورتے دیکھ کر کہا۔

"اماں اُداس ہوں تمہارے دشمن۔ ہم قابل لوگ ہیں۔ ہم گہری سوچوں میں ہیں۔"

عمران نے اسی طرح لیٹے لیٹے جواب دیا۔

"گڈ۔ بلکہ ویری گڈ۔ کیا بندہ یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ جناب کیا سوچ رہے ہیں۔"

"ہاں یہ بات تم نے اچھی پوچھی سلیمان۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کام جو ہم کر رہے ہیں اسے چھوڑ دیا جائے اس میں جان کا خطرہ بہت ہے۔ میں ایک بہت بڑی فیکٹری بنانا چاہتا ہوں پیاز بنانے کی فیکٹری۔"

عمران نے بہت سنجیدگی سے اپنا نیا پروگرام بتایا۔

"واہ کیا خوب سوچا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے پیاز زمین میں اُگائی جاتی ہے۔"

"ابے تو میں نے کب کہا پیاز آسمان پر اُگائی جاتی ہے کمال تو یہی ہے آج تک کسی نے یہ بات نہیں سوچی کہ پیاز فیکٹری میں بھی بنائی جا سکتی ہے۔ اب بھلا سوچو پہلے زمین میں پیاز کے بیج ڈالو۔ پھر مہینوں اس میں پانی ڈالو پھر کھاد، اور نہ جانے کیا کیا چکر کرو تو پیاز پیدا ہوتی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں ادھر مشین میں پیاز بنانے کا مسالہ ڈالا اور اُدھر پیاز کا ڈھیر تیار ہو کر نکل آیا۔"

"میرا خیال ہے عمران صاحب آپ واقعی کچھ پریشان ہیں آپ کے لئے آرام بہت ضروری ہے۔ آپ سوچنا بالکل بند کر دیں۔ مجھے شبہ ہے کہ کھوپڑی میں جو مغز نام کی چیز ہوتی ہے وہ آپ کے پاس ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ ڈاکٹر بھی جواب دیدے آپ آرام کریں، صرف آرام۔"

سلیمان عمران کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور عمران اسے خوفناک آنکھوں سے گھور رہا تھا کہ رحمان صاحب عمران کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"خیریت ہے برخوردار لیٹے ہوئے کیوں ہو؟"

رحمٰن صاحب نے پوچھا۔

"سر! یہ تو ابھی ابھی لیٹے ہیں۔ میں آیا تو یہ اُلٹے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے سیدھا کر کے لٹایا۔ ماجرا پوچھا تو کہنے لگے ذرا دماغ ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ دماغ ٹخنوں میں جا کر پھنس گیا ہے۔"

سلیمان نے کہا۔

"کیوں میاں عمران۔ یہ کیا مسئلہ ہے؟"

"کچھ نہیں ڈیڈی۔ سلیمان کو بک بک کرنے کی کچھ زیادہ ہی عادت ہو گئی ہے۔ میں تو ایسے ہی لیٹا ہوا تھا کہ یہ آ کر عجیب عجیب باتیں کرنے لگا اور کہنے لگا کہ عمران صاحب کیوں نہ ہم پیاز بنانے کی فیکٹری لگا لیں۔"

"جھوٹ، جھوٹ۔ انکل میں نے یہ سب نہیں کہا۔ یہ ساری بکواس عمران صاحب نے خود کی ہے۔"

سلیمان نے مرغا بن جانے کے خوف سے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ رحمٰن صاحب بات بات پر مرغا بناتے ہیں اور پھر انڈے کی فرمائش بھی ضرور کرتے ہیں۔

"اچھا خیر کسی نے کچھ بھی کہا ہو مگر میں تم لوگوں کو ایک مشورہ دوں گا جو تم لوگ بہت پسند کرو گے۔"

رحمٰن صاحب کے اس جملے پر عمران اُچھل کر اُٹھ بیٹھا۔

"بتلایئے ڈیڈی آپ کیا کہنے والے ہیں؟"

"بھئی میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے کافی کام کر لیا ہے۔ کچھ دنوں کے لئے گھومنے پھرنے کے لئے نکل جاؤ۔ انجوائے کرو۔ میرا خیال ہے اس کیلئے کوہ ماروی سب سے بہتر رہے گا۔ سُنا ہے آجکل وہاں کا موسم بھی اچھا ہے۔"

"واہ انکل جی۔ یو آر گریٹ۔"

"ہاں البتہ سلیمان کو میرے پاس چھوڑ جانا۔ ورنہ میں اکیلا رہ جاؤں گا۔"

رحمٰن صاحب نے کہا اور عمران کا ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا سلیمان کی شکل ایک دم بدلتے دیکھ کر۔

ان دونوں کو یہ بات بہت پسند آئی تھی۔ رحمٰن صاحب کے جانے کے بعد ان دونوں نے پروگرام بنایا کہ فیاض وغیرہ کو بھی ساتھ لے لیں۔ کچھ دن آرام کریں گے تو کام کرنے کی صلاحیت میں یقیناً اضافہ ہو گا۔

عمران نے فوراً فیاض کو فون کیا اور پروگرام بتایا۔ فیاض بہت خوش ہوا۔ سہیل بھی جانے کے لئے تیار تھا۔ ان لوگوں نے جہاز کے ٹکٹ اپنے اپنے خرچ پر بک کروائے تین دن بعد کے، تاکہ جانے کی ساری تیاریاں ان دنوں میں کر سکیں۔ سلیمان کا مشورہ تھا کہ ویڈیو کیمرہ وغیرہ بھی رکھ لیا جائے تاکہ سفر کی

فلم بنائی جائے۔ تین روز میں سب نے اپنی اپنی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔

آج بروز ہفتہ ان لوگوں کو چار بجے کی فلائٹ سے روانہ ہونا تھا۔ یہ لوگ ایک گھنٹے پہلے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ بورڈنگ کارڈ لئے، سکیورٹی چیک کروا کر یہ لوگ لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئے۔ اچانک فیاض کی نظر دور بیٹھے ہوئے ریحان پر پڑی۔

"مروا دیا۔" فیاض کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہو گیا؟" عمران نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک رسالہ نکالتے ہوئے کہا۔

"وہ دیکھیے عمران صاحب وہ سامنے مصیبت۔"

عمران کے دیکھنے سے پہلے سلیمان، فیاض اور سہیل کی نظر ریحان پر پڑی جو ان لوگوں کو مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

"ارے یار کیا دیکھ رہے ہو۔ ہمیں بھی بتاؤ۔"

عمران نے بیگ بند کیا۔

"وہ دیکھئے۔ وہ سامنے۔"

"اماں کون ہے، کہاں ہے مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا۔" عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا

عمران صاحب ذرا غور سے دیکھیں تو آپ کو ایک عدد بھیانک چیز نظر ضرور آئے گی۔" فیاض نے کہا۔

"رہنے دو بھئی کس کو کہہ رہے ہو۔ پچھلی عید پر میں نے انہیں چاند دکھانے کی کوشش کی تھی تو اگلی عید پر نظر آیا تھا۔"

سلیمان نے جملہ کسا۔ عمران کی نظر ریحان پر پڑ گئی تھی۔ عمران ریحان کو دیکھ کر سکتے میں آ چکا تھا۔ وہ اچانک چلایا۔

"سب منہ پھیر کر بیٹھ جائیں، اگر یہ شہد کی مکھی چپٹ گئی تو سارا پروگرام خاک میں مل جائے گا۔"

سب لوگ منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور لاحول ولا قوۃ کا ورد کرنے لگے۔ عمران تو ٹھیک ٹھاک پریشان ہو گیا تھا۔ یہ لوگ منہ پھیر کر بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور عمران کو لگا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

"سلیمان۔ سلیمان۔ مجھے بچاؤ، مجھ پر کسی ریچھ نے حملہ کر دیا ہے۔" عمران تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔

اچانک ہاتھ رکھنے والے نے گانا گانا شروع کر دیا۔

"اکیلے نہ جانا۔ ہمیں چھوڑ کر تم، تمہارے بنا ہم بھلا کیا کریں گے"

عمران صاحب۔ ابا کہتے ہیں کہ جب کوئی دوست اکیلا گھومنے جائے تو سمجھ لو اس کے ساتھ ساتھ رہنا ہے۔ بس ابا نے کہا اور میں حاضر۔

یہ ریحان ہی تھا اور لہک لہک کر کہہ رہا تھا۔

"جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔" عمران نے پڑھنا شروع کیا۔

"ارے سلیمان بھائی کیا بات ہے۔ آپ سب اتنے خاموش کیوں ہیں۔ کیا مجھے پہچانے نہیں۔"

سلیمان اپنی جان مصیبت میں دیکھ کر فوراً اندھا بن گیا۔

"کون ہو؟ میں تو نہیں پہچانا۔ اصل میں، میں دیکھ نہیں سکتا"

"سلیمان بھائی۔ ابا کہتے ہیں جن کو نظر نہیں آتا۔ سمجھ لو ان کو سب نظر آتا ہے۔"

"ابے تو میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔ یہ عمران صاحب تمہارے آئیڈیل ہیں ان سے بات کرو۔"

سلیمان نے اپنی جان چھڑائی اور عمران ایک مرتبہ پھر منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ ریحان نے ان لوگوں کا یہ رویہ دیکھا تو وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔ خاموش۔ کچھ دیر یوں ہی وقت گزر گیا۔ سب خاموش بیٹھے تھے۔ فیاض نے سوچا پوچھوں تو یہ کہاں جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کہیں اور جا رہا ہو اور ہم لوگ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہوں۔

"ریحان۔ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہم۔ ہم لوگ۔ ہم لوگ تو۔ کہاں جا رہے ہیں سلیمان ہم لوگ؟"

فیاض اس کے سوال سے پریشان ہو کر بولا۔

"جی۔ شاید کنفرم نہیں ہے۔ مگر میرا خیال ہے ہم لوگ چیچوں کی ملیا جا رہے ہیں۔" سلیمان نے کہا۔

"اچھا۔ ویسے غلط جگہ جا رہے ہیں۔ ابا کہتے ہیں وہاں گرمی بہت ہوتی ہے میں اسی لئے ماروی کی خوبصورت پہاڑیوں کی سیر کو جا رہا ہوں۔"

ریحان کا یہ کہنا تھا کہ سب کے منہ لٹک گئے۔

"یہ بھی ی جا رہا ہے۔ یقیناً یہ ہمارے پیچھے ہی آیا ہے اسے خبر مل گئی کہ ہم لوگ ماروی جا رہے ہیں۔ اب یہ ہماری زندگی حرام کر دیگا۔"

عمران نے سوچا۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ اس موٹے سے کیسے پیچھا چھڑایا جا سکتا تھا۔ عمران کا موڈ سخت آف ہو گیا تھا۔ اتنے میں فلائٹ کی روانگی کا اعلان ہونے لگا اور یہ لوگ اپنا سامان اٹھا کر لائن میں لگ گئے۔ سلیمان نے اپنا ہینڈ بیگ ریحان کو پکڑا دیا تھا۔ اب ریحان بے چارہ دو دو بیگ پکڑے چل رہا تھا اور سلیمان عیش کر رہا تھا۔ عمران سلیمان کو دیکھ کر جلتا رہا اور سلیمان اسے جلتا دیکھ کر مسکراتا رہا۔

اپنے وقت کے مطابق جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا۔ ریحان سارے راستے جہاز کے عملے کو تنگ کرتا رہا۔ کبھی کولڈ ڈرنک کی فرمائش تو کبھی کچھ کھانے کی۔ ذرا سی دیر ہو جائے تو وہی ابا کہا کرتے ہیں۔ غرض کہ عمران کا سفر جلتے بھنتے اور باقی ساتھیوں کا سفر ریحان کی حرکتیں انجوائے کرتے ہوئے گزرا۔ جہاز اپنے وقت کے مطابق رن وے پر اتر گیا اور یہ لوگ سامان سمیت ایئر پورٹ سے

باہر آ گئے۔ یہ لوگ گوہ ماروی جانے والی بسوں کے اڈے تک جانے کے لئے ٹیکسی تلاش ہی کر رہے تھے ایک صاحب عمران کے پاس پہنچے

"آپ عمران صاحب ہیں"

"جی ہاں"

عمران نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آیئے میرے ساتھ چلئے"

"کہاں؟"

"پولیس ہیڈ آفس"

"مگر کیوں، کس خوشی میں؟" عمران نے اپنے ساتھیوں ک حیران ہو کر دیکھتے ہوئے ان سفید شلوار قمیض میں موجود صاحب سے کہا۔

"جناب یہ تو آپ کو وہیں جا کر معلوم ہوگا۔ مجھے صرف اتنا حکم ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو عزت سے پولیس ہیڈ آفس پہنچا دوں"

"مگر ہم ماروی جا رہے ہیں ہم پولیس ہیڈ آفس کیوں جائیں"

"جناب میں عزت سے لے جا رہا ہوں۔ اس لئے میرا خیال ہے عزت سے ہی چلے چلئے"

عمران پریشان ہو گیا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ مرتے کیا نہ کرتے۔ آخر کار تمام ساتھی اس کی بتائی ہوئی وین میں بیٹھ گئے

"یہ کیا چکر ہے عمران صاحب"

سلیمان نے پوچھا۔ پریشانی اس کے چہرے سے بھی جھلک رہی تھی مگر عمران کے پاس اس بات کا کوئی جواب بھی نہیں تھا۔ فیاض، سہیل بھی پریشان عمران کا منہ تک رہے تھے۔ مگر ریحان اپنے بیگ میں سے بسکٹ نکال کر کھا رہا تھا اور سارے معاملہ سے بے خبر تھا۔ ایک جگہ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر عمران نے آنکھیں دکھا کر خاموش کر دیا۔ ویگن پولیس ہیڈ آفس میں داخل ہوئی تو سامنے انسپکٹر کرائم سلام صاحب کھڑے مسکرا رہے تھے۔ انسپکٹر سلام کو دیکھ کر عمران کی سانس میں سانس آئی۔ سلیمان بھی انسپکٹر سلام کو جانتا تھا۔ یہ اکثر اوقات رحمٰن صاحب سے ملنے گھر آیا کرتے تھے۔

"آپ۔ آپ یہاں کیسے" عمران نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

انہوں نے عمران اور تمام ساتھیوں کو باری باری گلے لگایا اور جب عمران کی زبانی سارا قصہ سنا تو قہقہے لگانے لگے۔

"بھئی جب میں نے سنا کہ تم اپنی جاسوس اینڈ کمپنی کیساتھ یہاں آ رہے ہو تو سوچا کہ یہ کیسے ہو کہ ہم سے ملاقات ہی نہ ہو۔ بس ہم نے فوراً ایس آئی ممتاز کو ویگن لے کر بھیج دیا۔ تمہاری شکل صورت ہم نے سمجھا دی تھی۔ ویسے تم مشہور آدمی ہو اس لئے یہ بھی تمہیں پہچانتے تھے۔ دیکھو ہم نے کہا تھا عزت سے لانا اور یہ عزت سے

لے آئے "۔ انسپکٹر سلام کی بات سنکر ممتاز صاحب بھی مسکرا رہے تھے۔

"سر! تھوڑی بہت تڑی لگانی پڑی تھی ورنہ یہ لوگ آنے کیلئے تیار نظر نہیں آتے تھے "۔

ممتاز صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ان لوگوں کے مردہ چہرے پر بھی کچھ کچھ مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"بھئی دوستو! آج تم لوگ میرے گھر پر مہمان ہو"۔

سلام صاحب نے کہا

"مگر سلام بھائی ہم تو گھومنے پھرنے کے لئے نکلے ہیں اور سیدھے ماڑی جانا چاہتے ہیں"۔

"بھئی عمران میاں چلے جانا۔ تم جب بھی جاؤ گے انشاء اللہ ماڑی اپنی جگہ پر ملے گا۔ مگر ہم تمہیں اس طرح تو نہیں جانے دیں گے اور ویسے بھی ماڑی میں تم لوگوں کے لئے ایک بہت ہی اچھے موٹل میں دو کمرے کل سے بک ہیں"۔

"ہیں! یہ کس نے بک کروائے "۔ عمران نے پوچھا

"میں نے اور کس نے "۔ سلام صاحب بولے

"مگر اصل بات جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ کو ہمارے پروگرام کا کیسے علم ہوا اور یہ موٹل کی بکنگ، آخر یہ سب کیسے"

"یار تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بس تم لوگ عیش کرو"۔

"مگر سلام بھائی پھر بھی یہ کیسے ہوا؟"

"بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ بھئی رحمٰن صاحب کا فون آیا تھا۔ ان کا حکم تھا۔ اس لئے یہ سارا کام ہو گیا"۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ ڈیڈی آخر اپنا کام دکھا گئے"۔

اب ساری بات عمران کی سمجھ میں آئی۔ سلام صاحب ان لوگوں کو گھر لے گئے۔ خوب خاطر کی اور پھر آرام کرنے کے لئے بستر لگوا دیئے اس گھر میں سلام صاحب اکیلے ہی رہتے تھے۔ ان کے بیوی بچے بچوں کی پڑھائی کی وجہ سے نہیں آئے تھے۔ بقول سلام صاحب کے وہ لوگ چھٹیاں گزارنے ضرور آتے ہیں اور دو چار دن میں آنے ہی والے ہیں۔ کھانا وغیرہ کھا کر سب اپنے اپنے بستروں میں گھس گئے جبکہ عمران کو سلام صاحب ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ نوکر نے چائے بنا کر دی اور پھر سلام نے اٹھ کر دروازے کی کنڈی لگا دی۔ عمران سمجھ نہیں سکا کہ یہ کنڈی کیوں لگائی گئی شاید سلام صاحب کچھ اہم بات کرنا چاہتے ہوں۔

"خیریت "۔ عمران نے پوچھا

"ہاں عمران۔ تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں"۔

"ضرور بتایئے۔ کیا بات ہے"۔

عمران نے کہا اور سلام صاحب نے میز کی دراز سے ایک تصویر نکال کر عمران کو پکڑائی۔

عمران نے تصویر کو غور سے دیکھا

"کون ہے یہ ؟"

عمران نے پوچھا۔

"یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ البتہ پچھلے دنوں ایک آدمی شک کی بنا پر گرفتار ہوا تھا۔ وہ ایک بہت ہی خاص جگہ کے گرد مشکوک انداز میں گھومتا ہوا ہمارے محکمہ کے ایک آدمی کے ہاتھ لگا تھا۔ اس سے پوچھ گچھ کے دوران کوئی خاص بات تو معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ اس کے گھر کی تلاشی کے دوران یہ تصویر ملی۔ ہاں ایک پاکٹ ڈائری بھی ہاتھ لگی ہے۔"

سلام صاحب نے وہ ڈائری بھی دراز سے نکال کر عمران کو دی۔

"وہ آدمی کہاں ہے ؟" عمران نے پوچھا۔

"یہی افسوس کی بات ہے وہ آدمی جو پہاڑوں کے بیچ ایک چھوٹے سے کاٹیج میں رہتا تھا جب گرفتار کر کے یہاں لایا جا رہا تھا تو کہیں سے ایک گولی آئی اور ٹھیک اس کے دماغ میں جا کر لگی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔"

سلام صاحب نے کہا

"تو اب مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں ؟"

ہمارے محکمہ کو کچھ خاص قسم کے شکوک ہیں۔ یہ آدمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جو بدنصیبی سے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب یہ تصویر اور ڈائری ہمارے لئے معمہ بنی ہوئی ہے۔ یہ ڈائری اس آدمی کو زیادہ

مشکوک بناتی ہے۔ اس میں ہر چیز ایک خاص زبان میں لکھی ہے جو دنیا میں کہیں بھی نہیں لکھی جاتی۔ اسے کوڈ ورڈ تحریر کہا جا سکتا ہے۔"

"آپ کی پولیس میں جو تحریر پڑھنے والا خاص محکمہ ہے اس کی کیا رائے ہے ؟"

"بس یہ رائے انہی کی ہے جو میں نے تمہیں بتائی۔ ان کا خیال ہے کہ یہ خاص تحریر سب کی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

سلام صاحب کی اس تفصیلی گفتگو کے بعد عمران نے ڈائری کے اوراق گھمانے شروع کر دیئے۔

عمران نے غور کیا واقعی یہ جو کچھ لکھا ہے اسے بڑے سے بڑا ایکسپرٹ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ زبان بنائی گئی ہے بہت احتیاط سے تاکہ جس کے ہاتھ بھی لگے اس کے لئے بیکار ہو۔

"اچھا سلام بھائی یہ بتائیں کہ اس آدمی نے جسے گرفتار کیا گیا اس نے اپنا نام بتایا تھا۔"

"ہاں۔ پہلے تو اس نے اپنا نام نادر بتایا پھر جب اس کو مار لگائی گئی تو اس نے اپنا نام مشتاق خان بتایا۔ مگر میرا خیال ہے یہ دونوں غلط ہیں۔ اس کے مکان کے قریب جو تھوڑے سے مکان تھے اور ایک پرچون کی چھوٹی سی دکان تھی۔ تفتیشی افسر نے معلوم کیا تو پتہ چلا وہ وہاں مشتاق خان کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا۔

یہ سب کچھ سن کر عمران سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کچھ دیر تک یوں ہی

خاموشی سے سوچتا رہا۔ ڈائری ایک مرتبہ پھر کھولی اور صفحات کھول کر کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ڈیڈی نے مجھے کس خوبصورتی سے یہاں اس کام کے لئے بھجوایا۔ یقیناً آپ نے ڈیڈی کو صورتحال بتائی ہوگی اور میری مدد درکار ہوگی۔ کیوں میں غلط تو نہیں کہہ ر

"ہاں عمران بالکل یہی بات تھی۔ تم یقیناً بہت سمجھدار ہو۔ تم سیر و تفریح کے لئے نہیں صرف اسی کام کے لئے بھیجے گئے ہو۔"

سلام صاحب نے عمران کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران یہ سنکر مسکرانے لگا۔

"خیر سلام بھائی۔ اب جو یہ کام میرے ذمہ لگایا گیا ہے اس کے لئے انشاء اللہ کوشش تو کرنی ہی پڑے گی۔ مگر میرے ساتھیو کا کیا ہوگا جو گھومنے پھرنے آئے ہیں۔"

"بھئی وہ بھی تمہارے ساتھی ہیں ان کے دلوں میں بھی اپنے لئے کم اور ملک کے لئے زیادہ جینے کا حوصلہ موجود ہے اس لئے وہ بھی تمہارے شانہ بشانہ ہی چلیں گے۔"

"ٹھیک کہا آپ نے۔ یہ ڈائری اور تصویر میں اپنے پاس رکھتا ہوں اور کل ہمیں مری کے لئے روانہ ہونا پڑے گا۔"

"ہاں یہ ویگن جو تمہیں ائیرپورٹ سے لائی تھی تمہارے ساتھ

جائے گی۔ مری میں تمہاری ملاقات انسپکٹر قادر سے ہوگی۔ وہ تمہاری ہر ممکن مدد کریں گے۔"

عمران سمجھ گیا تھا کہ معاملہ نہایت سنجیدہ نوعیت کا ہے۔ وہ ڈائری اور تصویر لے کر اپنے بستر پہ آ گیا۔ جہاں اس کے ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے اور کچھ کچھ وہ بھی سمجھ گئے تھے۔ عمران کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر ان کا شک بھی کچھ کچھ یقین میں بدل رہا تھا۔

"کیا ہوا عمران صاحب؟"

سلیمان نے آخر پوچھ ہی لیا

"کچھ نہیں سلام صاحب نے مجھے خاص ہدایت کی ہے کہ مری تم لوگ گھومنے جا رہے ہو اس لئے صرف گھومنا پھرنا اور کوئی کام نہ کرنا۔"

عمران نے ایک لمبی سانس لے کر بستر پہ لیٹتے ہوئے کہا۔

"عمران بھائی جان۔ ابا جان کہا کرتے ہیں جب کوئی بندہ سنجیدہ ہو جائے۔ رات کو تارے گننے لگے۔ موسم بُرا لگنے لگے۔ سمجھ لو دال میں کالا ہے۔"

ریحان نے کہا۔

"یار ایک بات بتاؤ۔" عمران چڑ کر بولا۔

"تمہارے ابا دال چاول کا ٹھیلا لگاتے ہیں۔"

"ہوں۔ میرے ابا تو کچھ دنوں میں ایس پی ہونے والے ہیں۔"

"ابے پولیس کے جمعدار بھی کبھی ایس پی ہوتے ہیں۔ ان کو مشورہ

دو میری جان کہ وہ اب ریٹائر ہو جائیں اور ہو سکے تو یہ ملک چھوڑ دیں۔ اس سے ملک کو بھی فائدہ ہو گا اور ہماری جان بھی چھوٹ جائے گی۔"

ریحان، عمران کی زہر اگلتی گفتگو سن کر خاموش ہو گیا۔ فیاض نے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو عمران نے خاموش کرا دیا۔

"میرا خیال ہے اب آپ لوگ سو جائیں صبح جلدی نکلنے کی ہو رہی ہے۔" عمران نے سب کو مشورہ دیا اور لائٹ آف کروا دی۔ سب لوگوں نے اپنے حساب سے کروٹیں بدل لیں اور سونے کی کوشش میں لگ گئے۔

عمران جاگتا رہا اور سوچتا رہا۔ اس نے جب دیکھا کہ سب لوگ سو گئے ہیں تو اس نے لیمپ آن کر دیا۔ جیب سے ڈائری نکالی وہیں ایک میز کی دراز میں پین اور کاغذ مل گیا۔ عمران ڈائری کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ ڈائری میں لکھی ہوئی آڑی ترچھی لکیروں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں بہت سا وقت گزر گیا۔

اچانک عمران کو خیال آیا۔ کیا نام بتایا تھا سلام صاحب نے اس کا ہاں۔ مشتاق خان۔ عمران نے کاغذ پر اس کا نام لکھا پھر ڈائری کے شروع کے صفحے پر جو کچھ لکھا تھا اس کو غور سے دیکھنے لگا۔

پہلے صفحہ پر کچھ اس طرح لکھا ہوا تھا # [illegible] ۸ [illegible] ÷ ۸ ⊙ ۔

عمران نے جلدی جلدی مشتاق خان کے نام کے ٹکڑے کیے۔ م ش ت ا

ق خ ا ن۔ عمران نے حروفِ تہجی گنے۔ یہ کل آٹھ بنتے تھے اور جو لکیروں سے لکھا تھا وہ بھی آٹھ تھے۔ یہ یقیناً اس کا نام تھا۔ مشتاق اور خان دونوں میں الف آتا ہے اور ان لکیروں کی زبان میں دونوں جگہ ۸ یہ نشان تھا۔ یعنی یہ طے ہو گیا یہ الف ہے۔ اس طرح عمران نے تمام حروفِ تہجی کے سامنے اس کے مخصوص نشان لکھ لئے۔ عمران اپنے مقصد میں کچھ کچھ کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ اور کوشش کرنے لگا۔ کسی طرح وہ اس ڈائری میں لکھی ہوئی تحریروں کو پڑھ سکے۔

اگلے دن ناشتے سے فارغ ہو کر اور پھر تیار ہو کر یہ لوگ سلام صاحب کی دی ہوئی ویگن میں کوہ ماروی پہنچ گئے۔ کل دو گھنٹے کا راستہ تھا۔ راستے میں ان لوگوں نے ایک جگہ رک کر بہت ہی خوبصورت آبشار سے ٹھنڈا پانی پیا اور منہ ہاتھ دھو کر دوبارہ تازہ دم ہو گئے۔

جس موٹل میں سلام صاحب نے ان لوگوں کے لئے کمرے بک کروائے تھے وہ بہت ہی اچھے تھے۔ موٹل ہوٹل نما یعنی ہوٹل جیسی ہی چیز ہوتی ہے۔ بس موٹل میں گاڑی کمرے کے پاس کھڑی کرنے کی جگہ بھی فراہم کی جاتی ہے جبکہ ہوٹل میں ایک ہی جگہ کار پارکنگ ہوتی ہے۔ جس موٹل میں یہ لوگ ٹھہرے تھے انکی خوبصورتی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دو دو کمروں کے چھوٹے چھوٹے گھر بنائے ہوئے تھے۔ کوہ ماروی کا موسم ہمیشہ کی طرح آج بھی بہت دلکش تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار میں ہوا سے ہرے بھرے درخت جھوم رہے تھے

جیسے لہک لہک کر خوبصورت موسم پر کوئی خوشگوار گانا گا رہے ہوں کوہ ماروی کے کسی کونے میں کھڑے ہو جائیں دور دور تک چیڑ کے درختوں سے گھری پہاڑیاں خوبصورت منظر پیش کرتی ہیں۔

"عمران صاحب! میں سوچتا ہوں کہ یہ سامنے والے منظر کی ایک تصویر بناؤں۔ بہت عمدہ پینٹنگ بنے گی"۔

سلیمان نے کہا۔

عمران نے پہلے تو اسے عجیب نظروں سے دیکھا پھر بولا۔

"ابے گدھے۔ تو نے زندگی میں کبھی ہاتھوں میں برش بھی پکڑا ہے جو تصویریں بنانے کی بات کر رہا ہے"۔

"جناب نے گدھے کس کو کہا"۔

"اماں گدھا ہی گدھا کہلاتا ہے اور آپ کے لئے اس سے بہتر خطاب میرے پاس نہیں ہے"۔

عمران نے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔ سلیمان بے چارہ تصویر بنانے کی حسرت دل میں لیے ہی رہ گیا۔ فیاض اور سہیل بھی کمرے میں سامان رکھوا کر باہر سلیمان کے پاس ہی آ گئے تھے۔

"سلیمان کچھ اندازہ ہوا عمران صاحب کس چکر میں ہیں"۔

فیاض نے کمرے کے باہر رکھی ہوئی کرسیوں پر آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم ہو گیا۔ مجھے ابھی بتا کر گئے ہیں"۔

"کیا۔ کیا بتایا انہوں نے؟"

"اُن کا خیال ہے کہ یہاں کے گدھے اچھے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہاں سے گدھے خرید کر بیرونِ ملک بھیجے جائیں تو کافی منافع ہوگا"

فیاض سلیمان کی فضول گفتگو سن کر چڑ گیا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب دل پر گہری چوٹ پہنچا گئے ہیں اسی لئے اس وقت گدھوں کی یاد آگئی" فیاض نے کہا۔

"میری نظر میں تو عمران صاحب سمیت آپ سب لوگ گدھے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بات کا کیا جواب دوں" سلیمان نے کہا

"فیاض تمہارا خیال درست ہے۔ سلیمان صاحب واقعی پریشان نظر آرہے ہیں۔ میرا خیال ہے انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے"

سہیل سے بھی چپ نہ رہا گیا۔

اتنے میں عمران بھی واپس آگیا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں"

"سلیمان کچھ اداس نظر آرہا ہے"

فیاض نے کہا۔

"ہاں اپنے کچھ دوستوں اور رشتہ داروں کی یاد آگئی بیچارے کو۔ عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔ خیر میرا خیال ہے تم لوگ یہاں وقت ضائع کرنے کی بجائے کہیں گھومنے پھرنے نکل جاؤ۔ اس موسم میں گھومنے کا زبردست مزا آئے گا۔

"اور آپ۔ کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے"

"نہیں۔ میں کچھ دیر کمرے میں آرام کروں گا کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ تم لوگ جاؤ اور اداس بندے کو بھی لے جاؤ۔ عمران نے سلیمان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ سلیمان بُرا سا منہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ گھومنے نکل گیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد عمران نے پھر ڈائری کھول لی اور اپنے کام پر لگ گیا۔ عمران کی سمجھ میں بہت سی باتیں آنے لگی تھیں۔ وہ اٹھا، کمرے کو تالا لگایا اور چابی ہوٹل کے کاؤنٹر پر چھوڑ کر نکل گیا۔ چھوٹے بڑے مختلف راستوں اور اترائی چڑھائی سے ہوتا ہوا عمران زیبرا پوائنٹ پہنچ گیا۔ زیبرا پوائنٹ کے اندرونی راستوں پر ایک بہت ہی اہم مقام تھا۔ عمران کو وہاں پہنچتے پہنچتے تقریباً آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ اس نے مختلف جگہوں سے اس مخصوص جگہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ عمران کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ مگر کسی نے بھی عمران سے کوئی سوال نہ کیا۔ عمران وہاں بلاوجہ گھومتا رہا۔ جب وہ گھومتے گھومتے تھک گیا تو ایک درخت کے پاس آرام کرنے کی غرض سے بیٹھ گیا۔ عمران نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے پیچھے آکر کھڑا ہوا ہے۔ عمران پرواہ نہ کرتے ہوئے خاموش ہی بیٹھا رہا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جی گھو گیا ہے" عمران نے پیچھے گھوم کر اس کالے چشمے والے

کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کھو گیا ہے؟"

"طوطا۔ جی طوطا کھو گیا ہے۔ بڑی اچھی نسل کا تھا۔ ماموں آسٹریلیا سے پکڑ کر لائے تھے۔"

"ہائے کیا طوطا تھا۔ اتنا بڑا طوطا۔ عمران نے دونوں ہاتھ کھول کر گز بھر کا سائز بتاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے تم طوطے کا سائز کچھ کم کر دو۔" وہ بولا۔

"اجی واہ کیوں کم کردوں۔ میرے طوطے کا یہی سائز تھا۔ جب وہ اڑتا تھا تو لوگ سمجھتے تھے جہاز اڑ رہا ہے۔ جب وہ بولتا تھا تو لوگ سمجھتے تھے کہ کہیں قریب میں کوئی شیر دھاڑ رہا ہے ہائے کہاں گیا۔ کیا طوطا تھا؟" عمران نے رونی شکل بنا کر کہا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیا کیا دیکھا۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی طوطا۔"

"پھر وہی طوطا۔ ارے یہ جگہ یوں گھومنے پھرنے کی نہیں ہے اور طوطا تلاش کرنے کی بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ ہی بتا دیجئے میں یہاں کیا کروں۔"

"اپنے گھر جاؤ۔"

"مگر میرا تو گھر یہاں سے بہت دور ہے۔ جہاز میں جانا پڑتا ہے"

"او بھائی۔ او بھائی۔ کہیں تو رہتے ہو گے۔ یہاں کسی ہوٹل وغیرہ یں وہاں چلے جاؤ۔"

"مگر میرا طوطا۔"

"وہ اگر مجھے مل گیا تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔"

"اگر آپ نے میرے طوطے کو کچھ بھی کیا تو میں اپنے پپا سے آپ ی شکایت کر دوں گا۔"

"یا اللہ! یہ کس پاگل سے میرا واسطہ پڑ گیا ہے۔ میرے اچھے یا یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ جگہ عام آدمی کے لئے ممنوع ہے۔" ں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"لو بولو۔ ہم کوئی عام آدمی ہیں ہم بہت خاص آدمی ہیں میرے کو لوگ بڑا آدمی بولتے ہیں وہ بہت بڑے شاعر ہیں۔ آپ کو میں ر سناؤں۔"

عمران نے کہا اور اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ عمران کا گلا ے یا پھر خود پہاڑی سے کود پڑے۔ اس نے چلا چلا کر کسی الرحمن کو آواز دی۔ آواز سن کر ایک بہت ہی توانا قسم کا بندہ پہنچ گیا۔

"جی سر۔"

"اس لڑکے کو اٹھاؤ اور اسے اتنی دور چھوڑ کر آؤ کہ یہ دوبارہ کا رخ نہ کرے۔"

"جی سر۔" اس نے کہا اور عمران کا بازو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

"اٹھ بے۔" اس نے جھٹکے سے عمران کو کھینچکر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمیز سے بات کریں انکل۔ ہم انسان کے بچے ہیں۔" عمران نے خود کو بے بس دیکھ کر کہا۔

مگر اس نے جواب میں آنکھیں نکال کر عمران کو گھورا اور کھینچ لے گیا۔ عمران بھی شرافت سے اس کے ساتھ چلدیا۔ کافی دور تک عمران کو اس طرح کھینچتا رہا جیسے اڑیل گدھے کو رسی باندھ کر کھینچا جاتا ہے۔ کافی دور تک لاکر اس نے عمران کو چھوڑ دیا۔ عمران اسے کھڑا ہوا حیرت سے گول گول آنکھیں گھما کر دیکھتا رہا۔

"جاتا ہے یا ایک ہاتھ لگاؤں۔" اس نے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"انکل آپ کی شادی ہو گئی۔"

"کیوں ؟" اس نے اپنا خوفناک جبڑہ کھول کر کڑک لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ آپ اتنے خوبصورت ہیں پھر نہ جانے آپ نے شادی کیوں نہیں کی۔"

عمران نے اسے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی مگر وہ عمران کو عجیب نظروں سے گھورتا ہوا واپس چلا گیا اور عمران وہیں قریب میں ایک جگہ دیکھ کر وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر وہ یونہی بیٹھا سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ شاید سلیمان وغیرہ واپس موٹل پہنچ

گئے ہوں گے اور اس کا انتظار کر رہے ہوں۔ میرا خیال ہے انہیں بتا دینا چاہیئے۔ انہیں بھی ساری صورتحال کا اندازہ ہونا چاہیئے یا پھر کبھی نہیں بتانا چاہیئے۔ عمران بہت دیر تک بیٹھا یوں ہی خیالات میں گم تھا کہ کہیں قریب سے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔ عمران نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور آواز کی صحیح سمت کا اندازہ لگایا۔ آواز قریب ہی کچھ فاصلے سے آرہی تھی۔ عمران جھاڑیوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا آواز کے قریب ہو گیا۔

"ہوشیار رہو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

ایک آواز نے کہا

"مگر جتنا ہم ہوشیار ہیں اتنا اور کون ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تم پر پولیس کا شبہ۔ یہ کیسے ہوا۔"

"یہاں کی پولیس بہت چوکس ہے۔ وہ بات بات پر نظر رکھتی ہے۔ پھر میرا مشتاق خان سے ملنا جلنا تھا۔ بس یہ بات ہی انہوں نے نوٹ کر لی اور اب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"تم کچھ دنوں کے لئے کہیں چھپ جاؤ۔ کسی سے بھی نہ ملنا خاص طور پر اپنے آدمیوں سے۔"

"مگر چیف میں کیسے چھپ جاؤں۔ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"تمہارے لئے بہترین بات یہ ہے کہ تم پروگرام نمبر ۷ پر کام

کرد۔ یہ پروگرام تمہیں بچائے رکھنے اور چھپائے رکھنے کیلئے بہتر
پروگرام ہے۔"

اس نے جواب دیا جسے چیف کہا گیا تھا۔ عمران چھپ کر ا
لوگوں کی باتیں سنتا رہا۔ وہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔ عمران
ذرا سا بھی اور انہیں دیکھنے کی کوشش کرتا تو وہ لوگ چوکنا ہو
تھے۔ عمران نے بالکل جھاڑیوں کے بیچ میں سے جھانک کر دیکھنے
کوشش کی مگر وہ اس طرح چھپ کر بیٹھے تھے کہ نظر نہیں آ
عمران چپ چاپ ان کے کھڑے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔
دیر انتظار کرنے کے بعد آخر وہ لوگ جھاڑیوں میں سے اٹھ کر ک
ہو گئے۔ ان دونوں نے منہ پر کپڑا لپیٹ رکھا تھا اس لئے ان
شکلیں نظر آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن ڈیل ڈ
دونوں کا اچھا خاصا تھا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ نیچے کی جانب
لگے۔ کچھ دور نکل گئے تو عمران بھی جھاڑیوں میں سے اٹھ کھڑا
وہ ان لوگوں کو ایک درخت کی آڑ میں سے جاتا ہوا دیکھنے لگا د
پل بھر میں غائب ہو گئے۔ اس طرح نظروں سے اوجھل ہو جا
پر عمران حیران ہو گیا۔ وہ ان کے پیچھے لپکا مگر وہ کہاں چلے گئے
کہاں کھو گئے۔ عمران کو کہیں نظر نہیں آئے۔ عمران ان کا چہرہ بھ
دیکھ سکا تھا۔ اب ان کو پہچان بھی نہ سکے گا۔ عمران اپنے ریوا
مدد سے ان لوگوں کو اسی وقت گرفتار کر سکتا تھا مگر وہ تو ا

پیچھا کرنا چاہتا تھا اور وہ ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ عمران اپنا سامنہ
لئے واپس موٹل کی طرف چل دیا جہاں سلیمان اور ساتھی اسکا انتظا
کر رہے تھے۔ وہ عمران کے اس طرح غائب ہو جانے پر پریشان بھی
تھے۔ عمران واپس اپنے کمرے میں پہنچا تو سارے ساتھی ناراض ناراض
سے نظر آئے۔

"جناب کو اکیلے گھومنے کا شوق تھا تو ہمیں یہاں لانے کی کیا
ضرورت تھی۔"

فیاض نے عمران کو دیکھتے ہی کہا۔

"کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا میں اپنے ساتھ ایک عدد سلیمان بھی
لایا تھا۔ ارے یہ تو ماسٹر ہے گھومنے پھرنے کا اور پھر اس کے ساتھ
گھومنے کا تو مزا بھی بہت آتا ہے۔ خیر تم لوگ لفٹ چیئر میں بیٹھے۔"

"جی ہاں بیٹھنے لگے تھے مگر جب ٹکٹ خریدنے کا موقع آیا تو پتہ
چلا کسی کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ سب پیسے آپ کے پاس رکھوائے
گئے تھے۔"

"اماں تو جانے سے پہلے پیسے لے کر جانا چاہیئے تھا۔ تم لوگ بھی
عجب گھامڑ ہو۔ بنا رقم کے ہی گھومنے نکل گئے۔ یہاں تو قدم قدم پر
نوٹ خرچ ہوتے ہیں۔"

عمران نے سلیمان کے سڑے ہوئے لہجے میں کی گئی گفتگو کا جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"آپ یہ سن لیں اب ہم آپ کے بغیر کہیں نہیں جائیں گے۔ ہمیں آپ کے بغیر بالکل مزا نہیں آتا۔" فیاض نے کہا۔

"تو بھیا، مت جاؤ۔ کون کہتا ہے جاؤ۔ اپنے کمرے میں بیٹھو۔ باہر گھاس میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ دیکھو کتنے اچھے جھولے لگے ہوئے ہیں۔ سارے بچے یہاں آکر جھولا جھولتے ہیں۔ تم لوگ بھی مزے کرو۔ کیا خیال ہے"

"میرا خیال ہے آپ اپنا قیمتی مشورہ اپنے ہی پاس رکھیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔"

"چھوڑ دیتے ہیں۔ بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ اب تم لوگوں کا جو دل کرے وہ کرو۔ مگر میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جانے کا۔ یہ کان کھول کر سُن لو۔ مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں وہ ہو جائیں تو پھر سوچوں گا۔"

"واہ تو آپ نے یہاں بھی ضروری کام تلاش کر لیے۔ ویسے پوچھ سکتے ہیں وہ کون سے ضروری کام ہیں جن کی وجہ سے جناب ہمارے ساتھ نہیں جانا چاہتے۔" سلیمان نے طنزیہ پوچھا۔

"بس ہیں۔ اور تم کو بتا کر میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔" عمران نے کہا۔ اور اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ باقی ساتھی بھی غصہ میں باہر نکل آئے اور چپ چاپ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ویٹر کو کافی کا آرڈر کیا اور کافی آجانے کے بعد چپ چاپ کافی پینے لگے۔

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ عمران اب تک جاگ رہا تھا جبکہ باقی لوگوں کے خراٹے گونج رہے تھے۔ ریحان تو اتنے خوفناک خراٹے لے رہا تھا کہ اس پورا جسم بھی خراٹوں سے ہلتا تھا۔

عمران نے ان سب لوگوں پر باری باری نظر ڈالی۔ وہ جب پوری طرح مطمئن ہو گیا تو آہستہ سے اٹھ کر کپڑے تبدیل کئے جیب میں ریوالور رکھا اور کچھ ضروری چیزیں لے کر وہ آہستہ سے کمرے سے باہر نکلا۔ وہ بہت دبے قدموں نکلا تھا۔ عمران نے دروازہ بھیڑ کر باہر سے کنڈی اس طرح اٹکا دی کہ دروازہ ہلانے سے بھی کھل سکتی تھی۔ پوری دنیا بے خبر سو رہی تھی۔ عمران نے گھڑی پر نظر دوڑائی۔ اس کے ہاتھ پر بندھی گھڑی دو بجکر سولہ منٹ بتا رہی تھی۔ باہر بہت ٹھنڈ تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش کے پورے امکانات موجود تھے۔ پہاڑی علاقوں میں اگر بادل کا ایک ٹکڑا بھی آجائے تو برس کر ہی جاتا ہے جبکہ اس وقت تو بہت سارے بادل نظر آ رہے تھے۔ عمران نے

سوچا کہ واپس جاکر برساتی پہن لے مگر پھر خیال آیا کہ کہیں کوئی اُٹھ نہ جائے۔ وہ اللہ کا نام لے کر آیت کرسی پڑھ کر اپنے اُوپر دم کرتا ہوا اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ عمران اس جگہ پھر جانا چاہتا تھا جہاں و خاص مقام تھا۔ جن پر دشمنوں نے اپنی ناپاک نظریں لگائی ہوئی تھیں۔ جو اُن کی آنکھ میں بری طرح کھٹکتا تھا۔

سلیمان کو آج کچھ کچھ شبہ ہوا تھا کہ عمران صاحب کسی چکر میں ہیں۔ اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ رات وہ کسی وقت باہر نکلیں گے۔ اس لئے سلیمان بھی صرف سونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ وہ سویا نہیں تھا۔ جب عمران کپڑے تبدیل کر رہا تھا تو سلیمان ہلکی سی آنکھ کھول کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ عمران کے باہر نکلتے ہی سلیمان بھی اُٹھ بیٹھا۔ جلدی جلدی اس نے کپڑے پہنے اور وہ بھی باہر نکل گیا۔ باقی لوگ سوئے پڑے تھے۔ سلیمان نے دور سے عمران کو جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ مال روڈ کی طرف جا رہے تھے۔ سلیمان بھی چھپتا چھپاتا مال روڈ کی طرف چل دیا۔ عمران مال روڈ پر سے ہوتا ہوا پچھلے راستے سے نیچے کی طرف اُتر گیا۔ بہت خطرناک راستہ تھا۔ سلیمان بھی بچتا بچاتا اس کا پیچھا کر رہا وہ نہیں چاہتا تھا کہ عمران اچانک کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔

دونوں چھپتے چھپاتے اس جگہ پہنچ گئے۔ اس دفعہ عمران وہا پہنچکر جھاڑیوں کے بیچ میں جاکر بیٹھ گیا۔ ان جھاڑیوں کے بارے میں مشہور تھا کہ رات کو جنگلی جانور اس طرف نکل آتے ہیں۔ عمران نے

اپنا مخصوص خنجر اپنی ٹانگ پر باندھ رکھا تھا۔ جبکہ سلیمان کے پاس کوئی بھی چیز نہیں تھی جس سے وہ اپنا بچاؤ کر سکتا۔ وہ بھی عمران سے کچھ فاصلہ پر آہستہ سے ایک جگہ چھپ گیا۔ ادھر عمران نے جیب سے ایک کاغذ مین نکالا اور وہاں سے اس جگہ کا نقشہ بنانے لگا۔ اس نے یہ سارا کام اندھیرے میں اندازے سے ہی کیا۔ اس علاقہ میں دُور دُور تک روشنی نہیں تھی جبکہ اس جگہ کچھ بلب جل رہے تھے۔ عمران ٹارچ جلا کر کام کر سکتا تھا مگر ذرا سی روشنی اسے پھنسوا سکتی تھی۔ عمران نے اپنا کام مکمل کر کے جھاڑیوں کے درمیان بیٹھے بیٹھے آگے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اس کے جسم پر کئی مرتبہ کانٹے لگے مگر اس نے ان کی بالکل بھی پرواہ نہیں کی۔ سلیمان کو جھاڑیاں ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں تو وہ بھی آگے کی طرف بڑھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس گہری خاموشی میں عمران بہت آرام سے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ وہ اچانک رُک گیا۔ دور سے کہیں کوئی جیپ آ رہی تھی عمران نے دم سادھ لیا۔ سلیمان بھی چُپ ہو کر بیٹھ گیا۔ جیپ اُن سے کچھ فاصلے پر آ کر رُکی۔ جیپ میں سیکورٹی کے چار جوان سوار تھے وہ لوگ جیپ سے نیچے اُتر گئے۔ ایک نے وائرلیس پر صورتحال معلوم کی۔

"کیا ہوا سر۔"

"وہ کہتے ہیں کہ سامنے سے کچھ جھاڑیاں ہلتی ہوئی نظر آئی ہیں۔ پیغام ہے کہ فوراً چیک کرو۔"

آفیسر نے کہا۔

"سر! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہاں عموماً گیدڑ اور دوسرے قسم کے جنگلی جانور رات کو گھومتے پھرتے ہیں۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے۔ ہم جانور سمجھ کر چپ ہو جائیں اور بعد میں کوئی اور نکلے تو سارے اپنی نوکری سے جائیں۔"

"جی سر۔"

"جی سر کیا۔ جاؤ جا کر چیک کرو۔"

آفیسر نے ڈانٹ کر کہا اور پھر ان میں سے دو آدمی اپنی ٹارچ روشن کر کے ان لوگوں کی طرف بڑھے۔ عمران کا تو خون خشک ہو گیا۔ سلیمان کی بھی جان نکل گئی۔ عمران کانٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔ وہ دونوں عمران کی طرف ہی آ رہے تھے۔ وہ عمران کے اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ عمران کو یقین ہو گیا کہ اب وہ پھنس گیا۔ مگر قسمت ساتھ دے گئی۔ اتنے میں جھاڑیوں میں سے ایک جانور جو شاید گیدڑ ہی تھا نکل کر بھاگا۔ یہ لوگ اس کے پیچھے چل دیئے۔ انہوں نے اپنی لائٹوں کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ جانور کو بھاگتا دیکھ کر دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر واپس ہو گئے۔ ان دونوں کی جان میں جان آئی۔

"سر گیدڑ تھا۔ ہم نے تو کہا تھا یہاں جنگلی جانور بہت گھومتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے زیادہ باتیں نہ بناؤ۔"

آفیسر بولا۔ اس نے وائرلیس پر کنٹرول روم کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور پھر یہ لوگ جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی عمران اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ مزید خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا اس لئے واپسی کے لئے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے کر چلتا ہوا واپس ہو گیا۔ واپسی میں وہ سلیمان کے قریب سے گزرا تھا اور جب وہ سلیمان سے کچھ دور چلا گیا تو سلیمان بھی واپسی کے لئے نکلا۔ اس کا دل تو اب تک دھڑک رہا تھا۔ عمران اب اس سے کافی فاصلے پر نکل گیا جہاں سے وہ اٹھ کر دوڑ لگا سکتا تھا۔ عمران نے یہی کیا وہ خطرے سے باہر نکل کر اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا نکل گیا۔ سلیمان ابھی اسی طرح چل رہا تھا۔ وہ اس جگہ تک نہیں پہنچا تھا جہاں سے وہ اٹھ کر بھاگ سکے۔ اس نے عمران کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر عمران شاید دور نکل گیا تھا۔ سلیمان کھڑا ہو گیا اور تیز تیز قدموں سے اسی طرف چل دیا جس طرف عمران گیا تھا۔ سلیمان نے محسوس کیا کہ عمران واپس ہوٹل کی طرف نہیں جا رہا یہ تو کہیں اور جا رہا ہے۔ اب سلیمان اس کے کافی قریب پہنچ گیا تھا مگر اس طرح کہ عمران محسوس نہ کر سکے۔ وہ جس طرف جاتا سلیمان اس سے کچھ فاصلے پر اس کے پیچھے ہی رہتا۔ عمران سڑک کے دائیں جانب والی ڈھلوان پر اترنے لگا۔ یہ راستہ زیادہ خطرناک تھا۔ یہاں سے نیچے اترنا موت کو دعوت دینا تھا۔ درخت بھی کافی کافی فاصلے پر لگے ہوئے تھے۔ عمران نے دونوں پاؤں کی ایڑیاں نیچے کی طرف

اچھی طرح اٹکائی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھ اس نے زمین پر رکھ دیئے اور آہستہ آہستہ ڈھلوان پر پھسلنا شروع کر دیا۔ سلیمان کے لئے یہ کام یقیناً مشکل تھا۔ عمران ایک جگہ سے پھسلا اور نیچے کی جانب لڑھکنے لگا سلیمان کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اسے پکڑنے کے لئے کچھ کرے۔ ابھی وہ اس بات کے لئے خود کو تیار ہی کر رہا تھا کہ عمران نے ایک درخت کو پکڑ لیا۔ اس کا جسم جگہ جگہ سے چھل گیا تھا۔ سلیمان بھی اپنی جگہ رک گیا۔ عمران کچھ دیر یوں ہی درخت کو پکڑ کر ہانپتا رہا اور پھر دوبارہ اسی طرح زمین پر سٹک کر آہستہ آہستہ خود کو سنبھالتے ہوئے نیچے اترنے لگا۔

"عمران صاحب کو روک لینا چاہیے۔ وہ بہت ہی خطرناک کام کر رہے ہیں۔" سلیمان نے سوچا۔

مگر پھر عمران کی ہمت اور جوش کے آگے خاموش ہو گیا۔ عمران اگر اسے دیکھ لیتا تو اس پر بہت بگڑتا۔ اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ عمران اپنے کام سے باز بھی نہیں آئے گا اور اسے فوراً واپس جانے کے لئے کہے گا اور سلیمان اسے یوں چھوڑ کر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ عمران کسی بھی وقت کسی مصیبت میں پھنس سکتا ہے عمران پھسلتا اور خود کو نیچے کی طرف دھکیلتا ہوا کافی نیچے پہنچ گیا۔ سلیمان کے لئے یہ مرحلہ طے کرنا کافی دشوار ہو رہا تھا مگر وہ بھی کسی نہ کسی طرح اس کے پیچھے تھا۔ اس میں سب سے اہم بات تو یہ بھی کہ

عمران کو ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہو سکا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔

عمران اس گھر تک جانا چاہتا تھا جہاں مشتاق رہتا تھا۔ اس کے لئے دوسرا صاف راستہ بھی استعمال کیا جا سکتا تھا مگر اس راستے پر جانے کے لئے وقت لگتا اور پھر اس راستے سے آنے جانے والوں پر یقیناً اس کے ساتھیوں نے نظریں بھی لگا رکھی ہوں۔ وہ اس راستے سے زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا اس لئے وہ دن کی روشنی میں اس راستے کا انتخاب کر کے گیا تھا۔ اس خطرناک راستے کو پار کرنے کیلئے ایک گھنٹہ لگ گیا۔ کانٹے دار جھاڑیاں اور نوکیلے پتھروں سے جسم جگہ جگہ چھل گیا تھا۔ عمران جس جگہ پہنچا تھا یہاں سے مشتاق کا مکان صاف نظر آتا تھا۔ معمولی درجہ کا کچا پکا مکان تھا۔ عمران بہت خاموشی سے اس مکان کے پاس پہنچ گیا۔ مکان کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر سلیمان چھپا ہوا تھا۔ عمران نے مکان کے سامنے کے حصہ کا جائزہ لیا اور پھر اس کے کچھ فاصلے پر بنے ہوئے مکانات دیکھنے لگا۔ عمران نے دیکھتے دیکھتے وہ پورا علاقہ دیکھ لیا۔ وہ مشتاق کے مکان کو اندر سے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ مکان کے پچھلے حصہ کی طرف آ گیا۔ پیچھے کی طرف کھلنے والا روشن دان بہت اوپر تھا وہاں تک آسانی سے پہنچنا ناممکن تھا۔ عمران نے پھر بھی کوشش کی مگر وہ ناکام ہو گیا۔ اچانک روشن دان سے روشنی آتی نظر آئی۔ ہیں دروازے پر باہر سے تالا لگا ہوا ہے اور اندر کسی نے لائٹ جلائی ہے۔

ضرور کوئی اس مکان میں موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس مکان کو اب بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ عمران نے سوچا اسے کامیابی کا ایک راستہ مل گیا تھا۔ یعنی یہ مکان باہر سے تالا لگا کر اب بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ یقیناً استعمال کرنے والے اسی کے آدمی ہونگے عمران ابھی اسی ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا کہ عمران کو کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ عمران جھاڑیوں کی طرف بھاگا مگر اچانک کسی نے عمران کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ عمران گھومنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک زوردار مکا اس کے منہ پر آکر پڑا۔ عمران نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عمران پر حملے پر حملہ شروع ہو گیا۔ سلیمان عمران کو بچانے کے لئے درخت کی آڑ سے نکلا ہی تھا کہ سلیمان کو اندھیرے میں کسی نے دبوچ لیا سلیمان نے چلانے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس کے منہ پر کسی کا مضبوط ہاتھ آگیا اور سلیمان کی آواز اس کے حلق میں دب کر رہ گئی پھر ایک بھاری سی چیز سلیمان کے سر پر پڑی سلیمان کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور وہ بیہوش ہو گیا۔

عمران کو بالکل بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ سلیمان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اسے تو پتہ ہی نہیں تھا سلیمان کا۔ عمران کچھ دیر تک یوں ہی پٹتا رہا۔ مارنے والا ایک ہی آدمی تھا مگر طاقتور تھا مگر اللہ نے عمران کو بھی موقع دے ہی دیا۔ عمران کی لات اس کے منہ پر ٹھیک انداز میں لگی تھی۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ عمران نے جیب سے ٹارچ نکال کر جلائی

اور اس کے منہ پر ڈالی۔ وہ چہرے سے خوفناک لگ رہا تھا۔ عمران نے اس سے بچ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر اس نے عمران کی ٹانگ میں اپنی ٹانگ پھنسا دی اور عمران ایک مرتبہ پھر منہ کے بل آ گرا۔ وہ اسکے اٹھنے سے پہلے دوبارہ اٹھا اور پھر جوابی کارروائی شروع کر دی۔ اس نے اپنا ہاتھ قینچی بنا کر عمران کے گلے میں پھنسا دیا۔ عمران نے اپنی کہنی اس کے پیٹ پر ٹکائی تو اس نے دائیں ہاتھ سے عمران کا بازو پکڑ لیا اور زور سے گھما کر پیچھے کی طرف موڑا۔ عمران کچھ دیر کے لئے بےبس ہو گیا مگر پھر دوسرے ہی لمحے عمران نے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پر پوری قوت سے مارا۔ عمران کا پاؤں اس کے پاؤں کی انگلیوں پر اس شدت کا پڑا کہ عمران کی گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ عمران نے خود کو اس سے آزاد کر لیا اور پھر موقع ضائع کئے بغیر اس پر لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی۔ اچانک ایک دوسرا آدمی عمران پر حملہ آور ہوا۔ عمران اکیلا تھا اور اب وہ دو ہو گئے تھے۔ عمران میں اس کی وہ خاص قوت آگئی تھی جو اللہ تعالیٰ نے عمران کو دے رکھی تھی۔ عمران کسی طاقتور پہلوان کی طرح ان دونوں کی ٹھکائی کر رہا تھا۔ وہ دونوں عمران کے ہاتھوں ٹھیک ٹھاک پٹ رہے تھے کہ عمران کو ایک آدمی کی اس طرف بھاگ کر آنے کی آواز سنائی دی۔ عمران کے لئے اب بچ کر بھاگ جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر کہیں وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ لوگ نہ جانے اس کا کیا حال کرتے۔ اس لئے اس

کے پاس بھاگ جانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا۔ عمران پہاڑی راستے کی بجائے سڑک کی طرف دوڑا۔ پیچھے سے عمران پر دو فائر ہوئے جو عمران کی قسمت اچھی ہونے کی وجہ سے عمران کے قریب سے نکل گئے۔ عمران تیز بہت تیز بھاگا جارہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے ایک گاڑی تیزی سے آتی نظر آئی۔ عمران نے سڑک سے راستہ بدلا اور ڈھلان کی طرف بھاگا۔ ڈھلان کی طرف عمران کے نکلتے ہی گاڑی کی بریکیں لگیں اور ان لوگوں نے گاڑی سے اتر کر عمران کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ عمران اپنی پوری قوت سے بھاگ رہا تھا۔ وہ لوگ شاید اتنا تیز نہ دوڑ سکے اور پھر عمران کو بہت جلد یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ خطرے سے باہر ہے۔ اس کے پیچھے اب کوئی نہیں ہے۔ عمران ایک جگہ کچھ آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اس کا پورا جسم بُری طرح دکھ رہا تھا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ واپس جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس جگہ وہ اس وقت تھا وہاں سے اُسے واپسی کے راستے کا صحیح اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ اندازہ کر کے چل دیا۔ اُسے جلد سے جلد موٹل واپس پہنچنا تھا۔

ادھر سلیمان کو جب کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آیا تو خود کو اس نے ایک نامعلوم جگہ قید پایا۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ سر سے نکلنے والا خون اس کے چہرے اور کپڑوں پر جم چکا تھا۔ وہ درد سے کراہتا ہوا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میں کہاں ہوں؟" وہ سوچنے لگا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں وہ قید کیا گیا تھا۔ اسے یہ تو اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ وہ دشمنوں کے چنگل میں پھنس گیا ہے مگر انہوں نے اسے کہاں لے جا کر رکھا ہے اس کا اندازہ اس بند کمرے میں مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔

سلیمان کے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔ پیاس سے حلق بھی خشک ہو رہا تھا۔ مگر اسے ابھی تک کوئی پوچھنے نہیں آیا تھا۔ وہ کچھ دیر یوں ہی پریشانی کے عالم میں بیٹھا رہا مگر پھر جب درد اور پیاس برداشت نہ ہوئی تو وہ ہمت کر کے کھڑا ہوا اور دروازے تک پہنچ کر دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا۔ دروازہ بار بار پیٹنے سے سلیمان کو کسی

کے آنے کی چاپ سنائی دی۔ پھر کسی نے باہر سے لگی ہوئی کنڈی کھولی دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ سلیمان اسے دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس آدمی کا دایاں گال کان تک بری طرح جلا ہوا تھا جس سے اس کی شکل بہت بھیانک لگ رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔ کیوں دروازہ پیٹ رہا ہے اس طرح۔"

اس نے اپنے غلیظ اور گندے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے نہایت نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

سلیمان تھوڑی دیر کے لئے تو خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر ہمت کر کے بولا۔

"میرے سر میں بہت درد ہے اور مجھے بھوک بھی بہت لگ رہی ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"مجھے پانی پلا دو ایک گلاس۔"

"کیوں نانی جان کا گھر سمجھ رکھا ہے جو ایک گلاس پانی پلا دوں۔"

اس نے سلیمان کو زور سے دیوار کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا سلیمان کا سر دیوار سے جا ٹکرایا اور سلیمان کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ واپس چلا گیا۔ اس نے باہر سے کنڈی لگا دی اور سلیمان سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بری طرح تڑپ رہا تھا چلا رہا تھا مگر اس کی کسی نے نہیں سنی۔ اسے چکر آنے لگے۔ اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا سا چھانے لگا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا پھر نہ جانے کب وہ

بیہوشی میں چلا گیا۔ سلیمان ایک مرتبہ پھر بیہوش ہو گیا تھا۔

کوئی گھنٹے بھر بعد دروازہ کھلا اور کچھ لوگ اندر داخل ہوئے سلیمان جوں کا توں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک آدمی نے سلیمان کو اپنی ٹانگ سے دھکا دیا۔

"اٹھ بے نواب کی اولاد۔ اٹھ۔" اس نے کہا۔

مگر سلیمان تک کوئی آواز نہ پہنچی۔ ایک آدمی گلاس میں پانی بھر لایا اور سلیمان کے منہ پر پھینک دیا۔ پانی کا منہ پر پڑنا تھا کہ سلیمان ہوش میں آنا شروع ہو گیا۔ ہوش میں آتے ہی سلیمان کو درد کا احساس ہونے لگا۔ اس کی آنکھوں میں دھندلاہٹ تھی۔ اسے کچھ لوگ اپنے گرد نظر آئے۔ اس نے پھر پکارا۔

"پانی۔ پانی۔"

"پانی ملے گا۔ پانی کیا تمہیں کھانا بھی ملے گا۔ مگر اس سے پہلے تمہیں بتانا ہوگا تم لوگ کون ہو۔ کیا چاہتے ہو۔"

ان میں سے ایک آدمی نے ذرا تمیز سے بات کرتے ہوئے کہا۔

مگر سلیمان کے منہ پر صرف ایک ہی لفظ تھا۔ "پانی۔"

اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ ہونٹ بری طرح چپک رہے تھے۔

"میں نے کہا ناں پانی ضرور ملے گا مگر صرف اس شرط پر کہ تمہیں بتانا ہوگا۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔ وہاں کیا کر رہے تھے جہاں سے تمہیں پکڑا گیا تھا۔"

"خدا کے واسطے مجھے پانی پلادو۔ میں سب کچھ بتادوں گا۔"

سلیمان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گال سے لڑھکتے ہوئے اس کے جسم پر جا گرے۔ وہ پانی کے لئے گڑگڑانے لگا۔

"کرما۔ جاؤ اس کے لئے ایک گلاس پانی لے آؤ۔"

اسی آدمی نے دوسرے بندے سے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو چیف۔ اس کو ہم نے پانی پلا دیا تو یہ کچھ نہیں بتائے گا۔ پیاسا مرنے دو سالے کو۔ یہ اسی قابل ہے۔"

تیسرا آدمی بولا۔

"جیسا میں کہتا ہوں ویسا کرو۔ اس کو پانی پلاؤ۔ یہ اچھا لڑکا لگتا ہے۔ یہ ہمیں سب کچھ بتادے گا۔"

چیف کے کہنے پر کرما پانی کا گلاس لے آیا۔ سلیمان کے ہونٹوں سے پانی کا گلاس لگا تو ایسا محسوس ہوا جیسے اسے جنت مل گئی ہو۔ اس نے ایک ہی سانس میں پورا گلاس حلق سے اتار لیا۔ پانی پی کر اس نے تشکر سے اس آدمی کو دیکھا جسے وہ لوگ چیف کہہ کر پکار رہے تھے۔

"ہاں لڑکے بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

"جی سلیمان۔" سلیمان نے اپنا صحیح نام بتادیا۔

"اور تمہارا ساتھی اس کا کیا نام ہے؟"

اس نے عمران کے بارے میں پوچھا۔ سلیمان کا دماغ ٹھکانے آچکا تھا۔ اس نے بغیر وقت لئے عمران کا نام طارق بتایا۔

"تم دونوں وہاں کیا کر رہے تھے؟"

"نہیں بتاؤں گا۔ آپ لوگ مجھے ماریں گے۔ میں غریب ماں باپ کا اکلوتا سہارا ہوں۔ آپ مجھے پولیس کے حوالے کردیں گے تو میری اندھی ماں مر جائے گی۔"

سلیمان تکلیف کے باوجود بڑی صفائی سے جھوٹ بول گیا۔

"نہیں بیٹا ہم تمہیں چھوڑ دیں گے تم سچ سچ بتاؤ۔"

"کیا میں آپ کو بھائی جان کہہ سکتا ہوں؟"

"ہاں ہاں۔ ضرور کہو۔ شاباش اب بتاؤ۔"

"پہلے آپ مجھ سے وعدہ کریں آپ مجھے پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"کہا ناں نہیں کریں گے۔" وہ بولا۔

"اصل میں بھائی جان میں نے تو کبھی چوری نہیں کی۔ وہ جو طارق ہے نا وہ دو مرتبہ چوری کرچکا ہے۔ یہ کپڑے بھی مجھے طارق نے ہی لاکر دیئے تھے۔ وہی مجھے اس مکان میں چوری کرنے کے لئے ساتھ لایا تھا۔ کہتا تھا کہ تمہیں آدھا مال دوں گا۔ اب وہ تو بھاگ گیا۔ آپ لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔"

سلیمان نے ایک زبردست کہانی بنا کر انہیں سنائی۔ وہ لوگ کچھ کچھ سلیمان کی کہانی پر یقین کرتے نظر آتے تھے۔

"وہ دوسرا لڑکا طارق کہاں رہتا ہے؟"

"وہ جی میرے مکان کے پاس ہی رہتا ہے۔ ہم دونوں اکھٹے پڑھائی

کے علاقہ میں رہتے ہیں۔"

سلیمان نے نگاہیں جھکا کر کہا۔

سلیمان کی ساری کہانی سن کر وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے پھر سلیمان کو اکیلا چھوڑ کر وہ لوگ کمرے سے باہر چلے گئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے کمرے کا کنڈا پہلے کی طرح لگا دیا سلیمان کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ اس کی اس کہانی پر ضرور یقین کر لیں گے۔ ساتھ ہی سلیمان نے اس کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ یہاں سے اگر بھاگنا پڑے تو کیسے بھاگا جا سکتا ہے۔ اوپر کے روشندان سے روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی۔ یعنی رات بہت بیت چکی تھی اور دن نکل آیا تھا۔ روشن دان چھوٹا تھا اور سلیمان کی پہنچ سے بھی باہر تھا۔ کمرے میں کوئی سامان بھی نہیں تھا بالکل خالی کمرہ تھا اس لئے کسی بھی طرح بھاگنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔

وہ لوگ اس کمرے سے نکل کر ایک بڑے کمرے میں آ گئے جہاں ایک قدیم زمانے کا صوفہ سیٹ اور چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں چیف نامی آدمی صوفے پر جا کر بیٹھ گیا اور کچھ سوچنے میں مصروف ہو گیا دوسرا اکڑ تک قسم کا آدمی گلزار تھا۔ وہ بھی سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ جبکہ کرما اور ایک دوسرا آدمی ان کے قریب کھڑے رہے۔

"کیا سوچ رہے ہو چیف؟"

گلزار نے پوچھا۔

"یار تمہارے بارے میں شنکر صحیح کہتا ہے۔ تم بہت جلد تپ جاتے ہو۔ بات بات پر غصہ کرتے ہو۔ بال کی کھال نکالتے ہو۔ آخر تمہیں اس لڑکے کی کس بات سے اندازہ ہوا کہ یہ سی آئی ڈی کا آدمی ہے۔ کیا سی آئی ڈی والے بچوں کو بھی بھرتی کرتے ہیں"

چیف نے کہا۔

"چیف تمہیں وہ لڑکا نظر آتا ہے۔ سالا عمر کا چور ہے عمر کا۔ اس کی تو شکل بتاتی ہے کہ وہ ہمارے چکر میں ادھر کو آیا تھا۔ تم اگر اس کی بات کا بھروسہ کرتے ہو تو کرو۔ مگر سمجھ لو اگر وہ دھوکہ باز نکلا اور ہم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا تو باس تمہیں کچا چبا جائے گا۔"

گلزار نے سڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم یہ بات بات پر باس کی دھمکی مت دیا کرو۔ مجھے باس کا اتنا ڈر بھی نہیں ہے کوئی بات ہو گی تو میں ہائی کمان کو جوابدہ ہوں۔ باس میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔"

چیف کو بھی غصہ آ گیا اور چیف کے غصہ کو دیکھ کر گلزار چپ کر گیا۔ چیف اٹھ کر دوبارہ سلیمان کے کمرے میں پہنچا۔ یہ لوگ بھی چیف کے پیچھے پالتو کتے کی طرح چل دیئے۔

"تم لوگ باہر ہی رہو۔ میں اکیلا اس لڑکے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" چیف نے رک کر کہا۔ اور ان لوگوں کو باہر چھوڑ کر چیف اکیلا

کمرے میں داخل ہوا سلیمان وہیں زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

"تم کچھ کھاؤ گے؟"

چیف نے بہت پیار سے سلیمان سے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے سر میں بہت درد ہے۔ اگر ہو سکے تو آپ مجھے گھر جانے کی اجازت دیدیں۔ ساری رات گزر گئی ہے۔ اب نہ جانے کیا وقت ہوا ہوگا۔ میری ماں رو رو کر بے حال ہو گئی ہوگی۔ بابا بھی مجھے مارے گا۔ اچھا ہے مجھے مار بھی پڑنی چاہیئے۔ اچھا خاصا ٹھیلا لگایا کرتا تھا۔ طارق کی باتوں میں آ گیا۔"

سلیمان نے رونے والا چہرہ بنا کر کہا۔ چیف کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ گلزار کی بات مانے یا اس کی بات پر یقین کرے۔ وہ سلیمان سے کچھ اور پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ گلزار نے بتایا کہ باس کا فون ہے۔ چیف کمرے کو کنڈی لگا کر ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ چیف نے باس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔

"اُسے مت چھوڑنا، کھانا وغیرہ کھلا دو تاکہ وہ مر نہ جائے۔ اسے زندہ بھی رکھنا ہے مگر اس کے بارے میں پوری معلومات کئے بغیر اُسے آزاد مت کرنا۔"

باس نے ہدایت دی۔ باس کا حکم تھا۔ چیف خاموش ہو گیا۔ سلیمان کو کھانا پہنچا دیا گیا اور پھر اس کے کمرے کے باہر تالا لگا دیا گیا۔ سلیمان کو یقین ہو گیا تھا کہ اسے آزاد کرنے کا ارادہ ختم کر دیا گیا

ے۔ اب اس کے پاس بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ مگر وہ گتا بھی تو کیسے۔

ادھر عمران کسی طرح رات کو اپنے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔ عمران کے پہنچتے ہی فیاض کی آنکھ کھل گئی تھی۔ عمران کے جسم پر جگہ جگہ زخم اور نشیں بتا رہی تھیں کہ وہ کسی مصیبت سے بھاگ کر آیا ہے۔ مگر یاض نے عمران سے کوئی سوال نہ کیا اور فرسٹ ایڈ باکس جو وہ ساتھ یا تھا اس میں سے دوا نکال کر عمران کے زخم صاف کئے۔ عمران بھی پ تھا۔ اس نے بھی فیاض سے کچھ نہ کہا۔ اچانک عمران کی نظر سلیمان کے خالی بستر پر گئی۔ وہ سمجھا سلیمان باتھ روم گیا ہے اس لیے وہ چپ چاپ ہے لگواتا رہا۔ دوا لگانے کے بعد جب فیاض ہاتھ دھونے کے لئے گیا مران چونکا۔ یعنی سلیمان باتھ روم میں بھی نہیں ہے تو پھر کہاں ہے۔

"سلیمان کہاں ہے؟"

عمران نے فیاض سے پوچھا

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ ظاہر ہے آپ کے ساتھ گیا ہوگا اور پ ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔ وہ میرے ساتھ نہیں گیا۔ میں تو اکیلا نکلا تھا۔"

عمران نے حیران بلکہ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں تو آپ کے آنے کی آہٹ سن کر اٹھ گیا۔

سلیمان کو بستر پر نہ دیکھ کر سمجھا کہ آپ کے ساتھ گیا ہوگا۔ مگر آپ۔۔

"ہاں فیاض میں سچ کہہ رہا ہوں۔ نہ وہ میرے ساتھ گیا اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔"

عمران نے اتنی زور سے کہا کہ سہیل اور ریحان کی بھی آنکھ کھل گئی

"کیا ہوا؟" سہیل نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"سلیمان غائب ہے۔" فیاض نے کہا۔

"کہاں۔ کیسے؟" سہیل نے آنکھیں پھاڑ کر عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران یا فیاض کے پاس اس بات کا جواب نہیں تھا۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ ہر آدمی اپنے اپنے طور پر سوچنے لگا کہ سلیمان کہاں جا سکتا ہے۔ عمران کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے ادھر بھاگ دوڑ کر کے سلیمان کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مگر سلیمان کہاں تھا جو انہیں مل جاتا۔ وہ تو ٹھیک ٹھاک قسم کی مصیبت میں پھنس چکا تھا۔

"آپ بتائیں عمران صاحب آپ کہاں سے آرہے ہیں؟" فیاض نے عمران سے پوچھا۔ عمران کے پاس بھی اب اس کا سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ان کو سب کچھ بتا دے۔ عمران نے ایک بات دبے لفظوں میں ان سب کو بتا دی۔

"عمران صاحب ابا کہتے ہیں" ریحان نے کچھ کہنے کے لئے منہ

"چپ" عمران نے آنکھیں دکھاتے ہوئے اسے خاموش کیا۔

"ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔" سہیل نے کہا۔

"وہ کیا؟" عمران نے فوراً پوچھا۔

"جب آپ یہاں سے نکلے تو ہو سکتا ہے سلیمان آپ کے پیچھے نکلا ہو۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" عمران بولا۔ بس جب پٹ رہا تھا تو وہ میری مدد کو آتا یا پھر راستے میں۔ خیر یہ ممکن نہیں ہے۔ میں مشکل راستوں سے وہاں تک پہنچا تھا۔ وہ کسی بھی طور اس راستے نہیں جا سکتا تھا اور جاتا تو مجھے ضرور پتہ چلتا۔ یہ بات میری سمجھ بالکل باہر ہے۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں کیا ممکن ہے۔ کہاں جا سکتا ہے۔" فیاض نے پوچھا۔ سب ہی پریشان تھے۔ سب کے لہجے تلخ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ پھر سوچ میں پڑ گئے۔ اس قسم کے سوال جواب میں صبح ہو گئی۔ نہ سلیمان خود واپس آیا اور نہ ہی ان میں سے کوئی کسی نتیجہ پر پہنچ سکا۔ سوائے پریشان ہونے کے۔ آخر طے کر کے یہ لوگ ریحان کو کمرے میں چھوڑ کر مختلف راستوں پر نکل گئے کہ شاید کہیں سلیمان مل جائے۔ کچے پکے تمام راستوں پر جا کر دیکھ لیا مگر سلیمان کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ آخر کار تھک ہار کر یہ تینوں واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ یہ سب کے سب اور زیادہ پریشان ہو گئے۔ مختلف قسم

کے خیالات آنے لگے۔ آخر فیاض نے عمران کو پولیس سے رابطہ کر
کا مشورہ دیا جو عمران فی الحال نہیں چاہتا تھا مگر فیاض اور سہیل ک
بار بار کے اصرار نے عمران کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ عمران نے ٹیلی
ڈائریکٹری سے تھانے کا نمبر تلاش کیا۔ موٹل کی ایکسچینج کا نمبر ڈائل کر
پھر تھانے کا نمبر بتا کر ملانے کے لئے کہا۔ نمبر ملا تو تھانے میں کسی
فون اٹھایا۔ عمران نے انسپکٹر قادر کو پوچھا۔

"جی۔ وہ تو نہیں ہیں۔ آپ کو کیا کام ہے۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"کہاں گئے ہیں۔ کب آئیں گے؟"

"صاحب راؤنڈ پر گئے ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں آجائیں گے
وہ آجائیں تو آپ کا کیا نام بتاؤں۔"

"بھیا وہ آجائیں تو ان سے کہنا ان کے ماموں کا لڑکا آیا ہو
وہ بہت بے چین ہے اُن سے ملنے کے لئے۔"

"جی کہاں ہے؟"

"کون کہاں ہے؟"

"وہی جی صاحب جی کا لڑکا۔"

"اماں صاحب کا لڑکا نہیں ان کے ماموں کا لڑکا۔
عمران نے کہا۔

"جی ہاں وہی ماموں کا لڑکا۔"

جواب میں عمران نے اپنے موٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتایا اور فون
بند کر دیا۔

"واہ عمران صاحب واہ۔ اسے کہتے ہیں زندہ دل لوگ۔ سلیمان
کے غائب ہونے کے بعد بھی آپ کی رگِ ظرافت خوب پھڑک رہی
ہے۔" فیاض بولا۔

"ہاں یار۔ اداس یا پریشان ہونے کا کیا فائدہ۔ سلیمان اللہ
نے چاہا تو مل ہی جائے گا۔ پھر ہم کیوں اپنے منہ پر بارہ بجا کر رکھیں۔"
عمران نے اپنے ساتھیوں کی اداسی دُور کرنے کے لئے کہا۔
حالانکہ وہ خود کتنا پریشان تھا اس کا دل جانتا تھا۔

"خیر۔ تم لوگ گرم گرم ناشتہ منگواؤ۔ میں ذرا باتھ روم کی
پیمائش کر کے آتا ہوں۔ کل سلیمان بتا رہا تھا کہ یہاں کے باتھ روم
بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔"

عمران کہتا ہوا باتھ روم کی طرف دوڑا اور یہ لوگ اس کی باتیں
سُن کر مسکراتے رہ گئے۔ فیاض نے فون اُٹھا کر روم سروس مانگا
اور ناشتہ کا آرڈر کر دیا۔ وہ ناشتہ کا کہہ کر اپنے بیڈ پر ٹکا ہی تھا کہ
کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"یس۔" فیاض نے کہا۔ اور سہیل نے لپک کر دروازہ کھول دیا
سامنے ایک لنگڑا آدمی کھڑا تھا۔ جس کا ایک پاؤں آدھا کٹا ہوا تھا
اور اس نے ایک بیساکھی پکڑ رکھی تھی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں

اخبار تھا۔

"ہاں کیا بات ہے؟" سہیل نے پوچھا

"جی آج کا اخبار" اس نے اخبار سہیل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بہت شکریہ" کہہ کر سہیل نے اخبار لے لیا۔

"صاحب اور کوئی خدمت"

"ہیں۔ نہیں۔ اور کوئی بات نہیں"

"ایک منٹ۔ ایک منٹ" فیاض نے کہا اور بیڈ سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"تم یہاں ویٹر ہو" فیاض نے اس کو اوپر سے نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں صاحب خادم ہوں سب کا۔ جو خدمت بھی ہو کرنے کو تیار رہتا ہوں"

"اچھا تو یہ بتاؤ یہاں کپڑے دھلوانے کے لئے کوئی دکان ہے"

"جی صاحب قریب میں ایک اچھا دھوبی ہے۔ جب بھی بابو لوگ کپڑے دھلواتے ہیں تو میں خود دھلوا کر لا دیتا ہوں" اس نے کہا

"کتنے دن میں مل جاتے ہیں"

"نہیں صاحب دن کہاں۔ ابھی دیجئے اور شام کو لے لیجئے۔ اس نے مشین لگا رکھی ہے۔ کپڑے دھو کر اس میں سکھاتا بھی ہے۔

صاحب یہاں کا موسم ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دھوپ کبھی کبھی نکلتی ہے اس لئے مشین کے بغیر گزارا نہیں ہوتا"

"ٹھیک ہے۔ ایک منٹ، میں کپڑے دیتا ہوں" فیاض نے کہا اور اپنا اٹیچی کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ لنگڑا ویٹر بھی آہستہ آہستہ چل کے کمرے کے اندر آ گیا۔ فیاض نے سب کے اتارے ہوئے کپڑے اسے گن کر پکڑا دیئے۔

"گن لو پورے بارہ ہیں۔ کہیں شام کو کم مت لے آنا"

"اجی نہیں صاحب۔ ایسی غیر ذمہ داری والا کام نہیں کرتے۔ بارہ دیتے ہیں تو ہم بارہ ہی لائیں گے"

اس نے کپڑے سنبھالتے ہوئے کہا۔

عمران نے باتھ روم میں بیٹھے بیٹھے یہ جملہ سن لیا۔ عمران حیران ہوا کہ یہ کون کمرے میں آیا ہے۔ یہ آواز اسے جانی پہچانی سی لگ رہی تھی اس نے سوچا کہ کوئی ویٹر ہو گا۔ مگر پھر ایک خیال آتے ہی وہ فٹافٹ فارغ ہوا اور تولیہ باندھ کر باہر نکل آیا۔ کمرے میں ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کون آیا تھا فیاض" عمران نے فیاض سے پوچھا۔

"ویٹر آیا تھا۔ مگر یہ آپ کو کیا ہو گیا۔ یہ تولیہ باندھ کر کیوں نکل آئے"

"تم نے اسے دیکھا تھا"

"جی ہاں۔ ظاہر ہے اسے کپڑے دھونے کو دیئے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھوں کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ یعنی کہ ضرور دیکھا تھا۔"

"فیاض مذاق چھوڑو۔ وہ کس شکل و صورت کا آدمی تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"جناب شکل و صورت کا تو میں نے خاص خیال نہیں کیا مگر بیچارہ لنگڑا تھا۔ کیوں آپ کیوں پریشان ہو گئے۔"

"ہیں۔ نہیں۔ میں پریشان نہیں ہوا۔ بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ یہ تولیہ دینا تھا دھلنے کے لئے۔"

عمران نے تولیہ فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ عمران کی یہ حالت دیکھ کر تینوں نے زور زور سے قہقہے لگائے۔

"اماں ہنس کیوں رہے ہو۔" عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

اس لئے عمران صاحب، فیاض کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

اس لئے کہ اگر یہ تولیہ دھلنے دے دیا تو آپ کیا باندھیں گے۔"

فیاض کا یہ کہنا تھا کہ عمران تولیہ سمیت باتھ روم کی طرف بھاگا۔

کچھ دیر بعد عمران کپڑے بدل کر باہر آیا۔ ناشتہ بھی آگیا تھا۔ عمران نے اشارے سے پوچھا کیا یہی ویٹر تھا جو پہلے آیا تھا۔ فیاض نے بتایا نہیں تو عمران کو خود ہی خیال آگیا وہ تو لنگڑا بتایا تھا فیاض نے۔

"سنو بھیا۔" عمران نے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی صاحب۔" ویٹر نے برتن میز پر لگاتے ہوئے مڑ کر عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس ہوٹل کوئی بیچارہ لنگڑا آدمی بھی کام کرتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"جی بابو جی۔ ابھی نیا بھرتی ہوا ہے۔ کوئی دکھی آدمی ہے بیچارہ بتاتا ہے کہ ایک حادثہ میں ٹانگ خراب ہو گئی۔ کاٹنی پڑی۔ اب اوپر کے کام کر لیتا ہے۔"

"ہیں۔ مگر اوپر تو کمرے نہیں ہیں۔"

"ارے نہیں بابو جی۔ ہمارا مطلب ہے کہ کمرے کی صفائی اور دوسرے چھوٹے موٹے کام کر لیتا ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کتنے دن ہو گئے اسے کام کرتے ہوئے۔"

"صاحب یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ ہاں میں چھٹیوں پر گاؤں گیا تھا۔ واپس آیا تو وہ کام کر رہا تھا۔ ایک مہینہ کے قریب تو ہو گیا ہو گا۔ کوئی خاص بات تھی صاحب۔"

اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ بے چارہ لنگڑا ہے اس کی مدد کرنی چاہیئے۔"

عمران نے کہا۔

"یہ اچھی بات سوچی صاحب آپ نے۔ غریب تو ہم بھی ہیں

مگر وہ زیادہ ضرورت مند ہے۔ بتلاتا ہے اس کے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ لوگ مدد کریں گے تو بھلا ہو جائے گا بیچارے کا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ اسے جا کر بھیجنا۔" عمران نے کہا اور ویٹر ناشتہ کا سامان میز پر پھیلا کر چلا گیا۔

"ویسے عمران صاحب آپ کے دل میں غریبوں کے لئے ہمدردی کب سے پیدا ہو گئی۔"

فیاض نے پوچھا

"کیا بات کرتے ہو یار۔ ہم تو بنے ہی غریبوں کے لئے ہیں۔ اسے بھی آٹھ بارہ آنے دے دیں گے۔ بھلا ہو جائے گا اس غریب کا بھی۔"

"تو آپ نے صرف آٹھ۔ بارہ آنے دینے کے لئے بلوایا ہے۔"

"تو تمہارا خیال ہے جتنے پیسے میرے پاس ہیں وہ اس کو دے کر میں موٹل میں نوکری کر لوں۔"

عمران توس پر مکھن رگڑتے ہوئے بولا اور فیاض چپ کر گیا۔ ناشتہ جاری تھا کہ ٹک ٹک کی آواز پر عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔ دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ اسی ٹک ٹک کی آواز کے ساتھ ہی وہ لنگڑا ویٹر بیساکھی سنبھالتا ہوا دروازے پر نمودار ہوا۔

"جی صاحب مجھے بلوایا تھا آپ نے۔"

اس نے عمران پر نظر مارے بغیر فیاض سے پوچھا اور فیاض نے عمران کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ میں نے بلوایا تھا۔ سنا تھا کہ تم غریب آدمی ہو۔ اسلئے سوچا تمہیں کچھ پیسے دے دوں۔" عمران نے اس کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"مہربانی صاحب۔ مگر میں بھیک نہیں لیتا۔ محنت سے اپنے بچوں کو پالتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔" عمران نے کہا۔

"مگر میں تمہیں بھیک نہیں دے رہا۔ تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں آخر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔" یہ کہہ کر عمران اٹھا اور دراز سے اپنا پرس نکال کر دو سو روپے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ مگر عمران نے روپے کچھ اس انداز سے نکالے کہ مشتاق کی وہ تصویر جو سلام صاحب نے عمران کو دی تھی وہ پرس سے نکل کر زمین پر آ گری۔ اس لنگڑے ویٹر کی ہتھیلی پر دو سو کے نوٹ جوں کے توں رہ گئے اور اس کی نظریں قالین پر پڑی تصویر پر جا ٹکی۔

"ارے یہ مشتاق ماموں کی تصویر میرے بٹوے میں کہاں رہ گئی۔" عمران نے زوردار جملہ پھینکا۔

"یہ آپ کے ماموں ہیں صاحب۔" لنگڑے نے سوال داغا۔

"ہیں۔ ہاں۔ یہ میرے ماموں ہیں۔ بیچارے پولیس کی قید میں ہیں اب دیکھیں پولیس والے بھی کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں۔ ماموں بہت دنوں سے گھر سے بھاگے رہے۔ پھر پولیس نے بتایا کہ وہ مر گئے۔ گولی سے مر گئے وہ تو بھلا ہو ایک انسپکٹر صاحب کا۔ انہوں نے بتایا پولیس جھوٹ بول

رہی ہے۔ وہ تو پولیس والوں نے انہیں کہیں چھپا دیا ہے۔ مرا کوئی اور تھا اور وہ ماموں کو کہیں چھپا کر ان کے بارے میں مشہور کر رہے ہیں کہ وہ مر گئے۔

عمران نے بہت جلد ایک زبردست کہانی سنائی۔ یہ سب سُن کر اس لنگڑے کی حالت کچھ دیر کے لئے غیر ہو گئی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا تو ایک جاتا تھا۔ اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ پیسے جیب میں ڈال کر اور عمران کا شکریہ ادا کر کے تیزی کے ساتھ باہر نکلا اور ٹک ٹک بیساکھی زمین پر مارتا ہوا ہوٹل کے دائیں جانب چلا گیا۔

عمران نے جلدی سے ڈبل روٹی کے دو سلائس میں ایک فرائی انڈا اچھنسایا۔ چائے کے دو گھونٹ لے کر انڈا توس چباتا ہوا باہر کی طرف بھاگا۔ وہ لنگڑا ہونے کے باوجود تیز تیز چل رہا تھا۔ عمران اس کے پیچھے لپکا مگر وہ اچانک کہاں غائب ہو گیا۔ عمران نے اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر کے اُسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ کہاں غائب ہو گیا کچھ پتا نہیں چلا۔

یہ ایک بہت ہی بڑا ہوٹل تھا۔ جس کے اوپری حصہ پر ہوٹل کنگ کا ایک بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہ یہاں کا مہنگا ترین ہوٹل تھا۔ اس لئے یہاں بہت کم لوگ ہی آ کر رہتے تھے یہاں آ کر رہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ جتنا یہ مہنگا تھا اتنا ہی خوبصورت بھی تھا۔ ہر کمرے کے بیرونی حصہ پر بڑے بڑے شیشے لگے تھے جنہیں اندر سے خوبصورت پردوں نے ڈھکا ہوا تھا۔ کمرے سے پردے ہٹا دینے کے بعد بہت ہی خوبصورت مناظر نظر آتے تھے۔ باوردی بیرے ہر وقت خدمت بجا لانے کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر ۳۱۲ میں اسلم نام کا ایک آدمی ٹھہرتا تھا۔ اکثر یہ کمرہ اسی کے نام پر بُک ہوتا۔ اسلم ایک بہت بڑی فیکٹری کا تنہا مالک تھا۔ بڑے بڑے لوگ اس سے ملنا اپنے لئے باعثِ فخر

سمجھتے تھے۔ وہ بھی اپنے دوستوں کو خوش رکھنے کے لئے ان پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ کمرہ نمبر ۳۱۲ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ ٹیلیفون پر کسی سے بات کر رہا تھا کہ اُسے بیپ بیپ کی ایک آواز نے چونکا کر دیا۔ ٹیلیفون بند کر کے وہ الماری کی طرف بڑھا۔ الماری میں ایک خاص قسم کی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اسلم نے ایک پیلے رنگ کا بٹن دبا دیا اور بٹن دبتے ہی اس میں سے آواز سنائی دی۔

"باس، یوگراج ایک انفارمیشن لایا ہے۔ بہت ضروری بات ہے۔ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

دوسری طرف سے بات کرنے والا چیف تھا۔ وہی چیف جس کی قید میں سلیمان اب تک موجود تھا۔

"کیا بات ہے چیف۔ تم معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ میں یہاں اس سے ملنا نہیں چاہتا۔"

"سر! میرا خیال ہے سگنل بہت کمزور ہو گیا ہے اس لئے اگر آپ اس سے مل لیتے تو اچھا تھا۔ بات بہت اہم ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔ یوگراج سے ملنا میرے لئے خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ جو بات بھی ہے تم اس سے کر لو اور خود مجھے آ کر بتاؤ۔"

" اسلم نے اپنی گرجدار آواز میں ذرا غصہ سے کہا اور چیف او کے کہہ کر رہ گیا۔ لائن بند ہو گئی۔ اسلم نے سُرخ بٹن دبا کر لائن آف کر دی اور الماری کے پٹ بند کر دیئے۔ وہ واپس آ کر بیٹھ گیا بھاری بھرکم شخصیت کا مالک اسلم پریشان ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا اہم بات ہے۔ کہیں ..... ؟ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

کئی قسم کے خیالات دماغ میں آتے جاتے رہے اور وہ پریشان رہا۔ پھر وہ اسی بے چینی کے عالم میں اٹھا اور جا کر الماری کھول کر دوبارہ چیف سے رابطہ قائم کیا۔

"جی باس بات کر رہا ہوں۔"

"تم یوگراج کو جتنی جلدی ہو میرے پاس بھیج دو۔ اس سے کہو وہ بھیس بدل کر میرے کمرے تک آئے میں دروازہ کھول دوں گا وہ چُھپ کر کے اندر داخل ہو جائے۔ او کے۔"

اسلم نے کہا اور سلسلہ ایک مرتبہ پھر ٹوٹ گیا۔ اسلم نے الماری کے پٹ بند کر دیئے۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کی طبیعت میں کافی پریشانی دکھائی دے رہی تھی۔ آخر دروازہ کھول کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر کا موسم بہت دلکش تھا۔ لگتا تھا کہ اب بارش ہوئی تب بارش ہوئی۔ اسلم بہت دیر تک باہر ٹہلتا رہا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہو گئی تھی۔ یوگراج اب تک نہیں پہنچا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تیز بارش شروع ہو گئی۔ اس دلکش موسم میں بھی اسلم کے چہرے

پر پسینہ نظر آ رہا تھا۔ وہ واپس کمرے میں جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اسے ٹک ٹک کی آواز سنائی دی۔ یوگراج آ رہا تھا۔ اسلم تیزی کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔ یوگراج بوٹ پالش والے کا روپ دھارے کندھے پر لکڑی کی پیٹی لٹکائے اسلم کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسلم نے دروازہ کھلا رکھا تھا۔ پہاڑی مقامات پر بڑے بڑے ہوٹلوں میں بھی بوٹ پالش والے نظر آتے تھے۔ اسلئے یوگراج کو یہ بھیس بدل کر اندر آنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ دروازہ کھلا تھا۔ یوگراج تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا اور اندر پہنچتے ہی دروازے کی کنڈی لگا دی۔

"بہت دیر کر دی آنے میں یوگراج۔"

اسلم صاحب نے پریشان لہجے میں کہا۔

"آپ تو مجھ سے ملنا ہی نہیں چاہتے تھے پھر اس قدر پریشانی کیسی ہے؟"

"جو بات تم سمجھتے نہیں ہو وہ میں سمجھا بھی نہیں سکتا۔ تم کام کی بات کرو، کیا اہم بات ہے جو تم مجھ سے ہی کرنا چاہتے ہو۔"

"بات بہت اہم ہے باس۔ تم سنو گے تو اور پریشان ہو جاؤ گے یوں سمجھ لو کہ مصیبت کھڑی ہو گئی ہے تمہاری کوتاہی کی وجہ سے۔"

"تمیز سے بات کرو یوگراج۔ میں تمہارا باس ہوں۔ اس لہجے میں تمہاری بات کرنے کی جرات کیسے ہوئی۔"

"مصیبت۔ مصیبت مسٹر اسلم شیخ بہت بڑی مصیبت اور یہ مصیبت تم پر آئے نہ آئے ہم پر ضرور آئے گی۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ صاف صاف بتاؤ۔"

"مشتاق زندہ ہے۔"

"ہیں۔ کیا کہہ رہے ہو۔ اُسے تو میرے آدمیوں نے ختم کر دیا تھا پھر یہ خبر تم کہاں سے لائے۔"

اسلم کی پریشانی میں یقیناً اور اضافہ ہو گیا تھا۔

"تمہارے آدمی باس۔ تمہارے آدمی اس کی جگہ کسی اور آدمی کو مار آئے ہیں۔"

"یوگراج۔ یہ بات تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو۔"

"میں نے ایک لڑکے کے پاس مشتاق کی تصویر دیکھی ہے وہ لڑکا خود کو اس کا بھانجا بتاتا ہے۔ بات ہی بات میں وہ بتا گیا کہ وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ پولیس نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ اب دیکھ لینا پولیس اس سے سب کچھ اگلوا لے گی اور پھر ہم سب مصیبت کا شکار ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کچھ کرتا ہوں۔"

اسلم نے جیب سے رومال نکال کر ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کرو گے باس۔ اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

باس نے پسینہ پونچھتے ہوئے حیران کن آنکھوں سے یوگراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں۔ میں وہ راستہ ہی بند کر دوں گا جس راستے سے چل کر خفیہ پولیس ہم تک پہنچے۔"

یہ کہہ کر یوگراج نے اپنے ڈبے کا ڈھکنا ہٹا کر ایک ریوالور نکال لی۔ سائلنسر لگی ہوئی ریوالور جس کے چلنے سے کوئی آواز یا دھماکہ نہیں ہوتا بلکہ گولی نکلتی ہے اور سامنے والا ڈھیر ہو جاتا ہے اس شیطانی آلے میں چھ گولیاں تھیں۔ وہ گولیاں جو اللہ تعالے کے بنائے ہوئے انسان کے جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں اور پھر انسان دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ کیوں بناتے ہیں ایسے مہلک ہتھیار۔ کیا انسانوں کی قیمت صرف ایک گولی ہو کر رہ گئی ہے یوگراج کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اسلم پریشان ہو گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا ادنیٰ ملازم جس سے وہ چھوٹے چھوٹے کام لیتا ہے آج اس طرح اکیلے میں اس پر ریوالور نکال لے گا اسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو یوگراج؟"

"خود کو بچانے کے لئے اسلم شیخ تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا ضروری ہو گیا ہے۔"

یوگراج نے کہا اور نہایت بیدردی سے اسلم پر یکے بعد دیگرے

تین فائر کئے۔ گولیاں ایک ایک کر کے اسلم شیخ کے جسم میں داخل ہوتی رہیں اور پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے نیچے گر پڑا۔ اس کے جسم پر جہاں جہاں گولیاں لگی تھیں وہاں سے خون پھوٹ پڑا تھا۔ شاید کچھ ہی دیر وہ تڑپا تھا اور پھر بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا تھا۔

یوگراج کے چہرے پر ایک خوفناک سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ ریوالور بستر کی چادر سے اچھی طرح صاف کی اور پھر اس پر اسلم شیخ کے ہاتھ سے فنگر پرنٹ لے لئے جیسے اسلم شیخ نے اپنا قتل خود کیا ہو۔ لوگ اسے خودکشی سمجھیں۔ یوگراج اس کام سے فارغ ہو کر الماری کی طرف بڑھا جہاں کنٹرول وائرلیس سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک دوسرا بٹن دبا کر کسی سے رابطہ قائم کیا اور بس ایک جملہ "ہو گیا" کہہ کر خاموش ہو گیا۔ لائن کٹ گئی۔ بٹن آف کر کے یوگراج نے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کئے اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیا۔ ایک ویٹر اسی طرف آ رہا تھا۔ یوگراج نے ایک جھٹکے کے ساتھ کمرے کی کنڈی لگا دی۔ اور خود دم سادھے بیٹھا رہا۔ کچھ لمحے بعد دروازے پر دستک ہوئی یوگراج چپ کر کے بیٹھا رہا۔ پھر جب دوبارہ دستک ہوئی تو یوگراج دبے قدموں باتھ روم گیا اور نہانے کا شاور کھول دیا۔ باہر اب بھی تیز بارش ہو رہی تھی۔ بیرہ کچھ دیر دروازے پر کھڑا رہا پھر اس کے واپس جانے کی آواز سنائی دی۔ یوگراج نے کچھ دیر بعد دروازہ کھولا

اب دُور دور تک کوئی نہیں تھا۔ ریوالور اس نے اسلم شیخ کے دائیں جانب رکھ دی تھی۔ وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ نہایت چالاکی سے وہ کمرے سے نکل کر تیزی کے ساتھ وہاں سے چل دیا۔ کچھ کمرے گزر جانے کے بعد وہ ایک کھلے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر کچھ لوگ بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

"کیا بات ہے؟"

ان میں سے ایک آدمی نے یوگراج کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"جی غریب آدمی ہوں۔ بوٹ پالش کرتا ہوں۔ یہاں کے تمام بابو لوگ مجھ سے بوٹ پالش کرواتے ہیں۔ اگر آپ حکم کریں تو۔"

"ہاں ہاں۔ پالش تو کروانی ہے۔ وہ رکھے سارے جوتے۔ سب کے سب چمکا دو۔ کیا یاد کریں گے میرے یار دوست کہ کس سخی سے پالا پڑا ہے۔"

اس بندے نے کہا اور ساتھیوں کا قہقہہ گونج اٹھا۔ یوگراج نے جوتے اکٹھے کئے اور کمرے سے باہر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ جوتے پالش کرتا جاتا اور آنے جانے والوں پر نظر بھی رکھتا۔ آتے جاتے ویٹر اسے جوتے چمکاتا ہوا دیکھ رہے تھے اور اپنے کام سے گزر رہے تھے۔ اچانک ایک ویٹر جاتے جاتے اسلم شیخ کے کمرے کی طرف مڑا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اس نے دروازے پر دستک دی۔ یوگراج

کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ویٹر کچھ دیر تک دروازے پر دستک دیتا رہا آخر پھر وہ کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے ویٹر کی زوردار چیخ سنائی دی۔ وہ چیختا ہوا مینیجر کے کمرے کی طرف بھاگا۔ یوگراج نے جلدی جلدی جوتے چمکائے اور اس سے پہلے کہ کوئی اور آتا وہ کمرے میں چلا گیا اور جوتے ان کے سامنے رکھ دیئے۔ ان لوگوں نے ویٹر کی چیخ شاید نہیں سنی تھی۔ باہر بارش بھی تو بہت تیز تھی۔ اس کا شور بھی بہت تھا۔ یوگراج نے جوتے رکھ کر پیسے مانگے۔ پوچھنے پر اس نے کہا۔ آپ بابو لوگ ہیں جو دیدیں ہمارے لئے تو وہ انعام ہی ہوگا۔ اس نے یوگراج کی اس بات پر ایک مرتبہ پھر یوگراج کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور پرس سے پچاس کا نوٹ نکال کر یوگراج کی طرف بڑھایا۔ اتنے میں باہر اچھا خاصا شور ہونے لگا۔ یہ لوگ بھی تاش کے پتے پھینک کر باہر کی طرف لپکے اور پیچھے یوگراج بھی چل دیا۔

"کیا ہوا بھائی؟" یوگراج نے ایک پریشان بیرے سے پوچھا

"اسلم صاحب نے خودکشی کرلی ہے۔"

"کیا کوئی بڑے آدمی تھے؟"

یوگراج نے اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں صاحب بہت بڑے آدمی تھے مگر نہ جانے انہوں نے ایسا کیوں کیا؟"

"بھئی بڑے لوگوں کو ذرا سا کاروبار میں نقصان ہو جائے تو وہ برداشت نہیں کر پاتے۔ اس سے تو اچھے ہم غریب مزدور لوگ ہیں۔ روز کام کرنا اور روز پیٹ بھرنا۔"

"ہاں ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے۔ مگر اب جاؤ پیارے، خواہ مخواہ ہوٹل کے مالکان ہم پر غصہ ہوں گے کہ ہر آدمی منہ اٹھائے گھومتا پھرتا ہے۔"

بیرے نے یوگراج سے جان چھڑائی۔ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔ بس چپ چاپ کر کے وہاں سے نکل لیا۔ اسلم شیخ کے کمرے کے اندر اور باہر ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں لگی۔ پولیس بھی جائے واردات پر پہنچ گئی۔

باہر بہت تیز بارش تھی اس لئے فی الحال باہر نکلنا ممکن نہیں تھا عمران اور اس کے ساتھی کمرے میں ہی بیٹھے تھے کہ دروازے پر کسی کی دستک ہوئی۔ عمران نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک باوردی پولیس انسپکٹر کھڑے تھے۔

"میں نے سنا ہے میرا بھانجا یہاں آیا ہوا ہے۔"

"جی صحیح سنا ہے۔" عمران نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "کون ہے اور کہاں ہے؟"

آنے والے انسپکٹر قادر تھے۔ عمران سے ہاتھ ملایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ عمران انہیں کمرے میں لے آیا۔

"غالباً آپ انسپکٹر قادر ہیں۔"

"درست فرمایا آپ نے۔"

"تو پھر میں ہی آپ کا بھانجا ہوں۔"

"میں آپ کو پہچانا نہیں اور اتفاق سے بھانجے جیسی نعمت سے میں محروم بھی ہوں۔"

میں جب اپنا تعارف کرواؤں گا تو آپ یقیناً میرے ماموں بننے پر تیار ہو جائیں گے مجھے۔

"آپ کی دعا سے علی عمران کہتے ہیں۔ شاید سلام صاحب نے میرا ذکر کیا ہو۔"

ارے بھئی اگر نہیں بھی کیا ہوتا تب بھی تم جیسے ہونہار انسان اور وطن کے وفاداروں کو کون نہیں جانتا۔ ویسے مجھے اطلاع مل گئی تھی اور یہ حکم بھی کہ تم سے ضرور مل لوں مگر اس وقت جب آپ لوگ چاہیں۔ تو اب آپ لوگوں نے یاد کیا اور میں حاضر ہو گیا۔ حکم۔ انسپکٹر قادر نے کہا۔

انسپکٹر صاحب تکلیفیں تو آپ کو بہت ساری دینی ہیں مگر فی الحال مسئلہ سلیمان کا ہے۔ ہمارے ساتھی سلیمان کا۔ وہ اچانک رات کو کہیں غائب ہو گیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اغوا نہ کر لیا گیا ہو۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو یہ سلیمان میاں وہ ہیں جو آپ کے خاص ساتھی ہیں۔"

"جی درست فرمایا۔"

"تو پھر اتنے ہوشیار لڑکے کا اغوا کرنا ذرا مشکل کام ہے شاید کسی کام سے نکل گیا ہو۔"

"ابھی کام۔ کام تو اس کے پورے خاندان میں کسی نے نہیں کیا۔ بیکار وقت گزارتا ہے۔ گھومنے پھرنے کا بھی شوقین نہیں ہے اور پھر اب اتنا وقت بیت گیا ہے کہ اس ذمہ دار آدمی سے بغیر اطلاع کے کہیں چلے جانے کی امید بھی فضول ہے۔ میرا خیال ہے میرا شبہ درست ہے۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کی تلاش شروع کروا دیتا ہوں مگر آپ لوگوں کو بھی ہوشیار رہنا پڑے گا۔ بہت خطرناک کام میں پھنسنے لگے ہیں۔"

انسپکٹر صاحب، خطرناک کام صرف وہ ہے جسے ہم خطرناک سمجھیں۔ ورنہ خدا کے فضل و کرم سے ہمارے لئے کوئی کام خطرناک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی سے ڈرتے نہیں۔ موت کے بارے میں جانتے ہیں ایک دن لکھی ہے جو اُوپر والے کے حکم سے آتی ہے۔ پھر ڈرنا یا خوفزدہ ہونا کیسا۔ عمران نے کہا۔

"ایک بات کہوں گا عمران میاں۔ جیسا آپ لوگوں کے بارے میں سنا تھا آپ لوگوں کو ویسا ہی پایا۔ خیر میں اپنا کام شروع کر دیتا ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ کسی وقت بھی ضرورت پڑے فوراً یاد کیجیے گا۔ آپ لوگوں کی خدمت کر کے خوشی محسوس ہو گی۔" انسپکٹر قادر نے کہا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو وہ کچھ دیر کے لئے رک گئے۔ عمران نے فون اٹھایا۔ فون انسپکٹر قادر کے لئے ہی تھا۔

"ہیلو۔ ہاں بول رہا ہوں۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیسے ہوا"
انسپکٹر قادر کے منہ سے بے اختیار یہ جملے نکلے ٹیلیفون سن کر وہ قدرے پریشان ہو گئے۔

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں" کہہ کر انہوں نے فون رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟" عمران نے پوچھا۔

"سیٹھ اسلم شیخ نے اپنے کمرے میں خودکشی کر لی" انسپکٹر قادر نے کہا۔

"وہ کیوں؟" عمران نے پوچھا

"اس کیوں کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں ہے۔ وہ زندہ دل آدمی تھے۔ پھر بھلا انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ کیا کہا جا سکتا ہے"

"کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں"

"تم کیا کرو گے؟"

"بس ایسے ہی"

"چلو۔ مگر فوراً" انسپکٹر قادر یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے اور عمران ان کے ساتھ ہو لیا۔ یہ لوگ کچھ دیر بعد ہوٹل کنگ کے کمرہ نمبر ۳۱۲ میں پہنچے پولیس کمرے کی تلاشی لے رہی تھی۔ ہوٹل میں رہنے والے اور اسٹاف کے بہت سے لوگ بھی وہاں جمع تھے۔ سب انسپکٹر تمام معاملات کی تفتیش کر رہے تھے۔ ہوٹل کے اسٹاف اور ہوٹل میں رہائش پذیر لوگوں کے بیانات نوٹ کر لئے گئے تھے۔ سامنے قالین

پر اسلم شیخ کی لاش جوں کی توں پڑی تھی۔ انسپکٹر قاسم سب انسپکٹر سے تفصیل معلوم کر رہے تھے اور عمران پورے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لے رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ اس الماری تک پہنچ گیا۔ جو بند پڑی تھی۔ عمران نے جیب سے رومال نکال کر الماری کھولی۔ سامنے وائرلیس سیٹ رکھا ہوا تھا۔ عمران نے اس سیٹ کا معائنہ کیا۔ انسپکٹر قادر بھی الماری کے پاس پہنچ گئے۔

"سیٹھ اسلم کو اس کی کیا ضرورت تھی" عمران نے انسپکٹر قادر سے پوچھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے اپنی سیکورٹی کے لئے اسے ساتھ رکھتے ہوں"

"کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے قادر صاحب"

"وہ کیا؟"

"میرا خیال ہے پہلے اس سیٹ پہ لگے انگلیوں کے نشانات کی فنگر پرنٹ بنوائیں"

عمران نے کہا اور انسپکٹر قادر نے سب انسپکٹر فولاد کو ہدایت کی۔ فنگر پرنٹ حاصل کر لئے گئے۔ عمران الماری کے پاس سے گھومتا ہوا دوبارہ اسلم شیخ کی لاش کے پاس آگیا جسے پلاسٹک کے بڑے سائز کے تھیلے میں ڈالا جا رہا تھا۔ عمران اسلم شیخ کی شکل کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر پیتل کے بنے ہوئے ایک خول پر

پڑی۔ عمران نے لپک کر وہ خول اٹھا لیا۔

"یہ خول کس چیز کا ہو سکتا ہے" عمران نے سوچا۔

بہت غور سے دیکھنے کے بعد بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ نظریں بچا کر عمران نے وہ پیتل کا خول جیب میں ڈال لیا۔ عمران نے غور کیا کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس میں سے یہ خول نکلا ہو۔ عمران کمرے سے باہر آگیا۔ سامنے کچھ لوگ کھڑے باتیں کر رہے تھے عمران جیب میں ہاتھ ڈالے ان کے پاس آگیا۔

"بارش رک گئی ہے مگر بادل اب بھی طوفانی نظر آرہے ہیں" عمران نے ان سے بات کرنے کے لئے موسم کا سہارا لیا۔

"جی ہاں۔ لگتا ہے یہ طوفان اسلم صاحب کی موت پر آنسو بہانے کے لئے آیا تھا"

"ہاں جی۔ بس نیک لوگ یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ اب دیکھیے نا اتنے بڑے آدمی تھے نہ جانے کیا بات ہوئی کہ خود کو ختم کرنا پڑا" عمران نے کہا۔

"بس جی دلوں کے بھید تو اللہ ہی جانتا ہے" ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ بھی اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں"

"جی ہاں" یہ دو کمرے چھوڑ کر ۳۰۹ میں"

"آپ نے گولی چلنے کی آواز تو سنی ہو گی"

"نہیں۔ سائیلنسر والی ریوالور استعمال کی گئی تھی۔ پھر باہر بارش بھی بہت تھی"

"ہوں۔ یہ بات تو ہے۔ ویسے میرا خیال ہے یہ قتل کا کیس ہے آپ کا کیا خیال ہے"

"جی کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو پولیس ہی بہتر جان سکتی ہے" وہ بولا یہ لوگ عمران کے اس سوال جواب سے پریشان ہو گئے تھے اس لئے آپس میں باتیں کرنے لگے۔

"معاف کیجئے گا۔ میں نے آپ لوگوں کو تنگ کیا۔ بس ایک بات اور پوچھنا چاہوں گا۔ آپ لوگوں نے کسی کو آتے جاتے ہوئے دیکھا ہو۔ میرا مطلب ہے کوئی مشکوک آدمی اس ہوٹل میں دکھائی دیا ہو" عمران نے اصل سوال کر ہی دیا۔

"دیکھئے مسٹر آپ جو کوئی بھی ہیں۔ نہ جانے اتنے سوالات ہم سے کیوں کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنا بیان دے دیا ہے۔ ہم کمرے میں تاش کھیل رہے تھے۔ ہم نے کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ ایک بوٹ پالش والا آدمی آیا تھا وہ باہر بیٹھا بوٹ پالش کر رہا تھا۔ اب اس نے کسی کو آتا جاتا دیکھا ہو تو کیا کہہ سکتے۔ اتفاق سے وہ چلا گیا ورنہ شاید وہ اس بات کا جواب دیتا"

"کیسا تھا۔ میرا مطلب ہے وہ بوٹ پالش والا کس طرح کا آدمی تھا"

"یہ آپ کس قسم کے سوالات کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں۔

آپ ہوتے کون ہیں ہم سے اس قسم کے سوالات کرنے والے۔ وہ بیچارہ ایک لنگڑا آدمی تھا۔ ایک ٹانگ سے معذور۔ بس اس لئے ہم نے مدد کرنے کے لئے اس سے بوٹ پالش کروالئے۔ اب آپ ہیں کہ ہم سے اس طرح سوال کر رہے ہیں جیسے ہم نے سیٹھ اسلم کا قتل کیا ہو۔"

وہ عمران پر بگڑتے ہوئے بولا۔ اور پھر سب وہاں سے عمران سے دُور چلے گئے۔

عمران نے نہ تو ان کے غصہ پر غور کیا اور نہ باقی باتوں پر۔ وہ تو صرف ایک لفظ لنگڑا پر اٹک کر رہ گیا۔ بوٹ پالش والا لنگڑا تھا ایسا لگا جیسے عمران کے سامنے پوری فلم چل گئی ہو۔ عمران کے لئے یہ تفصیل بہت کافی تھی۔ اس نے جیب سے وہ پیتل کا خول نکالا اب وہ اس خول کا راز بھی جان گیا۔ یہ خول بیساکھی کے نچلے حصہ کا تھا۔ یقیناً جلدی میں ڈھیلا ہونے کی وجہ سے نکل گیا ہو۔ عمران نے خول جیب میں رکھا۔ اب وہ سوچوں کے سمندر سے باہر نکل آیا تھا۔ سیٹھ اسلم کی لاش ایمبولینس میں رکھنے کے لئے لیجائی جا رہی تھی۔ عمران نے انسپکٹر قادر سے جانے کی اجازت مانگی۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔"

"جی یہ قتل ہے۔ صرف قتل۔" عمران نے کہا۔

"ہاں اندازہ تو مجھے بھی یہ ہی ہوا۔ مگر....."

"قادر صاحب اس مگر کو چھوڑیئے اس کا جواب بھی میں بہت جلد دوں گا۔"

عمران نے کہا اور تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔ ہوٹل کنگ سے باہر آ کر وہ ایسا راستہ تلاش کر رہا تھا کہ جس راستے سے وہ جلدی واپس اپنے موٹل پہنچ سکے۔ اس کے لئے اس نے روڈ کراس کر کے ایک راستے کا انتخاب کیا۔ یہاں سے بہت اترائی تھی مگر ایک راستہ سا بنا ہوا تھا جس کے سہارے انسان نیچے تک جا سکتا تھا۔ عمران سنبھلتا ہوا تیزی سے اُترنے لگا۔ راستے میں بارش کی وجہ سے پھسلن بھی بہت تھی۔ ایک جگہ عمران کا پاؤں پھسلا اور وہ کچھ دُور تک گرتا چلا گیا۔ کپڑے بھی خراب ہو گئے تھے مگر وہ عمران ہی کیا جو ذرا ذرا سی باتوں پر ٹھہر جائے۔ وہ سنبھل کر اٹھا اور پھر تیزی سے اُترنے لگا۔ ابھی وہ پوری طرح نیچے نہیں پہنچا تھا کہ اسے دُور ایک مختلف راستے پر وہی لنگڑا ادھیڑ نظر آیا جو اس ہوٹل میں آیا تھا اور جس سے اسلم سیٹھ کے قتل کی کڑی ملتی نظر آتی تھی۔ وہ عمران سے بہت فاصلے پر تھا۔ وہ اسی طرح اپنی بیساکھی ٹیک کر تیز تیز کہیں جا رہا تھا۔ عمران کے لئے وہاں تک پہنچنا ناممکن تھا عمران نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ سامنے دو سفید رنگ کے گھوڑے اپنے مالک کے ہمراہ کھڑے نظر آئے۔ یہ گھوڑے سیر کرانے کے کام آتے تھے۔ عمران دوڑتا ہوا گھوڑے والے کے پاس پہنچا۔

"کیوں بھئی کہاں تک کا چکر لگاتے ہو ؟"

"جی یہ اُوپر جی پی او تک لے جاکر واپس لاتے ہیں ۳۰ روپے ہیں۔"

اس نے کہا اور عمران گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے والا گھوڑے کی لگام تھام کر آہستہ آہستہ ٹھمک ٹھوں ٹھمک ٹھوں چل دیا۔ عمران اس چکر میں تھا کہ کسی طرح گھوڑے کی لگامیں اس کے ہاتھ میں آ جائیں۔

"یار تم بہت آہستہ چلاتے ہو۔ تھوڑا تیز نہیں چل سکتے۔"

"نہیں بابو جی۔ سامنے سے کوئی گاڑی آجائے تو گھوڑا بدک جاتا ہے۔"

"ہاں بات تو تمہاری ٹھیک ہے مگر مزا نہیں آیا اس طرح سواری میں۔"

"تم یہ لگامیں مجھے دیدو۔ میں بھی آہستہ ہی چلاؤں گا۔"

"یہ لیں بابو جی۔ بس خیال رہے اسے کھینچئے گا نہیں ورنہ یہ بھاگ لے گا۔ آپ کو چوٹ لگ سکتی ہے۔"

اس نے لگام عمران کے ہاتھ میں دے دی اور خود ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ عمران نے ایک جگہ موقع دیکھا اور گھوڑے کے پیٹ میں اپنی ایڑیاں گھسیٹ کر لگام کو ایک زور دار جھٹکا لگایا۔ بس پھر کیا تھا گھوڑا دوڑنے لگا۔ عمران گھوڑا لئے آگے آگے تھا اور گھوڑے کا مالک پیچھے۔ آوازیں لگاتا چیختا چلاتا۔ مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ عمران تو گھوڑا دوڑانے میں ماہر تھا۔ وہ بہت جلد گھوڑے کے

مالک کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ عمران کو اس راستے کا اندازہ تھا جس پر وہ لنگڑا جا رہا تھا۔ دُور سے عمران کو وہی لنگڑا جاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ عمران گھوڑا دوڑاتا ہوا اس سے ذرا فاصلے پر پہنچ گیا۔ وہ کھٹ کھٹ کرتا تیزی کے ساتھ جا رہا تھا۔ عمران نے گھوڑے کو روک لیا اور لنگڑے کو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ وہ تیزی کے ساتھ ایک ریسٹ ہاؤس میں گھس گیا۔ چوکیدار نے اس کے پہنچنے پر دروازہ کھولا تھا اور اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ دروازے پر سکون ریسٹ ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ عمران نے گھنے درختوں کی آڑ لیلی وہ گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ گھوڑا اس نے وہیں ایک درخت سے باندھ دیا۔ سامنے پہاڑی کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ نہ ختم ہونے والا سلسلہ۔ یہ ریسٹ ہاؤس بھی اسی اونچے نیچے حصہ پر بنا ہوا تھا۔ شاید بہت پرانا تھا انگریزوں کے زمانے کا۔ عمران درختوں کی آڑ سے اس ریسٹ ہاؤس میں داخل ہونے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ اچانک ہی تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ عمران نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ہوائیں اپنے ساتھ کالے کالے بادل اڑا کر لا رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان بادلوں نے آسمان کو ڈھک لیا اور سر شام ہی ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کافی رات گزر گئی ہو۔ پھر ایک دم موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ہواؤں کی سرسراہٹ میں بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک بھی شامل ہو گی۔ عمران نے دیکھا کہ ایکدم

تیز بارش سے بچنے کے لئے چوکیدار اندر کی طرف جا رہا تھا۔ عمران کے لئے اندر جانے کا یہ بہترین موقع تھا۔ وہ چھپتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کی دیوار تک پہنچ گیا۔ ایک بہترین جگہ نظر آئی جہاں سے اندر جایا جا سکتا تھا عمران اس راستے سے ریسٹ ہاؤس کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر چھلانگ لگاتے ہی اس نے چھپنے کے لئے جگہ تلاش کر لی۔ چھلانگ کی آواز شاید چوکیدار کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ وہ چھتری کھول کر باہر کی طرف آیا اور پھر اطمینان کر کے واپس اپنے کوارٹر چلا گیا۔ عمران آہستہ سے نکلا۔ اس نے دیکھا اندر کے تمام دروازے بند تھے۔ وہ پیچھے گلی میں چلا گیا۔ اچانک باہر کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی نکل کر باہر کی طرف گیا۔ عمران گلی سے اس دروازے پر آ گیا۔ دروازے کے کنڈے کو آہستہ سے گھمایا۔ وہ کھلا ہوا تھا۔ عمران نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکا اندر جس کمرے کا یہ دروازہ تھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ عمران کمرے میں داخل ہو گیا اور فوراً ہی بیڈ کے نیچے چھپ گیا۔ کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے۔ عمران کو ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ عمران نے ان کی باتیں غور سے سننے کی کوشش کی۔ باہر بارش اتنی تیز تھی کہ آواز صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ باتوں میں مگن ہیں عمران بیڈ کے نیچے سے نکل کر دوسرے دروازے کی آڑ لے کر کھڑا ہو گیا۔

"تم اب کیا کرو گے؟"

"میرا خیال ہے اسے ختم کر دینا چاہیئے۔ اس کے بارے میں

اب تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا اس لئے پیچھا چھڑا لینا چاہیئے۔"

پہلی آواز عمران پہچان گیا تھا۔ یہ اس لنگڑے کی آواز تھی۔ مگر دوسرا آدمی کون تھا۔ وہ چیف تھا جسے عمران نہیں پہچانتا تھا۔

"یوگراج، تمہارا کیا خیال ہے۔ اسلم کو مار کر تم نے ٹھیک کیا ہے۔"

"ہاں۔ اس کا مر جانا ہی ہمارے حق میں تھا۔" لنگڑے نے کہا۔

"اوہ! تو اس کا نام یوگراج ہے۔" عمران نے سوچا اور پھر ان کی گفتگو سننے لگا۔ یہ لوگ اور کس کو ختم کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ کہیں عمران کو سلیمان کا خیال آیا۔ یقیناً سلیمان ان ہی لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے۔ یہ لوگ اسے ہی ختم کرنے کی بات کر رہے ہیں۔

"سنو چیف ایک بات غور سے سن لو۔ ہم دونوں کو اب بہت جلد اپنا کام ختم کر کے یہاں سے جانا ہے۔ تم بھی ان کرائے کے لوگوں کو کچھ دے دلا کر یہاں سے بھگا دو۔ جب تک ہم یہاں سے بھاگ نہ لیں یہ لوگ واپس نہیں آئیں۔

"یوگراج ابھی ہم اس معاملہ میں جلدی نہیں کر سکتے۔ ہمارا کام ابھی مکمل نہیں ہوا۔"

"کام تقریباً ہو گیا ہے۔" یوگراج بولا۔

"وہ کیسے؟" چیف نے کہا

میں نے وہ تمام چیزیں حاصل کر لی ہیں جو ہائی کمان کو درکار تھیں فوٹو گراف بھی مکمل ہیں۔ اب صرف مجھے اس واچ روم کو کسی طرح اڑانا

ہے اور یہ کام میں کل ہی کر لوں گا۔ تم میری بات غور سے سنو۔ تم کل رات ٹھیک ایک بجے گاڑی لے کر ماڑی روڈ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں دس بجے سے جال بچھانا شروع کر دوں گا۔ ایک دو گھنٹے میں سارا جال بچھا دوں گا۔ واچ روم کو اڑا کر سیدھا مزار والے درخت پر پہنچ جاؤں گا تمام کاغذات، نقشے اور فوٹو گراف میں نے مزار والے درخت کے نیچے ایک لکڑی کے بکس میں رکھ کر چھپا دیئے ہیں۔ وہاں سے بکس نکال کر میں ماڑی روڈ پہنچ جاؤں گا اور ایک بجے میں تمہارے پاس ہوں گا۔ تم چاروں طرف نظر رکھنا میں تمہیں ٹارچ جلا کر سگنل دوں گا تو تم گاڑی لے کر ٹارچ کی روشنی کے پاس پہنچ جانا۔ بس پھر پوری رفتار سے ہم لوگ نکل کر پچھلے راستے سے دلدار آباد کے راستے پر نکل جائیں گے۔ ایک گھنٹہ بیس منٹ میں ہم دلدار آباد میں ہوں گے۔ وہاں سے ہمیں باڈر کی طرف پیدل سفر کرنا ہو گا۔ میں نے بارڈر پر پورا بندوبست کر دیا ہے۔ باڈر کی چڑھائی پر ہمیں آدھا گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا پھر کوئی فکر نہیں ہے۔ سارا بندوبست ہو چکا ہے۔ ہائی کمان کی گاڑیاں ہماری راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ بس اس طرح ہم اپنے ملک پہنچ جائیں گے۔"

"ویری گڈ۔ تم جاسوسی کی دنیا کے بادشاہ ہو یوگراج۔ یقیناً ہم اپنے ملک کے بڑے ہیرو کہلائیں گے۔" چیف نے خوش ہوتے ہوئے کہا

"ہاں۔ ہیرو تم بن جانا مجھے اس کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اپنے ملک کے لئے یہ ٹانگ دی ہے اور اپنے ملک کے لئے میں جان بھی

دے دوں گا۔ تم آج ہی اس لڑکے کو بھی ٹھکانے لگا دو۔ مجھے بھی کچھ لوگوں کا ابھی بندوبست کرنا ہے۔

"کون۔ کس کی بات کر رہے ہو یوگراج"۔

"عمران" یوگراج نے کہا

"عمران؟" چیف نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک بہت ہی چالاک اور عیار لڑکا ہے اپنی ٹیم کے ساتھ آیا ہے۔ اس کے پاس مشتاق کی تصویر تھی۔ خود کو مشتاق کا بھانجا بتاتا ہے مگر میرا نام بھی یوگراج ہے۔ میں ابھی کچھ دیر پہلے اس کے بارے میں معلومات کر کے آیا ہوں"۔

"تو پھر تم نے اسلم شیخ کو کیوں مار دیا"۔

اس کو ختم کر کے میں نے پوری پولیس کو ہلا دیا ہے۔ اب یہاں کی پولیس صرف اور صرف اسلم شیخ کی موت کی وجہ جاننے میں لگ جائے گی۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ مشتاق زندہ نہیں ہے وہ مر چکا ہے مگر اسلم شیخ کے پاس جانے کے لئے مجھے مشتاق والی کہانی کی سیڑھی استعمال کرنی پڑی تھی۔

"تم بہت چالاک ہو۔ بہت ہی چالاک" چیف کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ کچھ دیر کے لئے ٹھہرا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ یوگراج نہیں یہ لڑکا سلیمان جو ہماری قید میں ہے.....

"کیا۔ کیا نام بتایا تم نے اس کا۔ یوگراج نے بات کاٹ کر پوچھا

"سلیمان" چیف نے نام دھرایا۔

"اوہ۔ وہ تو عمران کا ہی ساتھی ہے۔ تم لوگوں نے مجھے اس کے بارے میں پہلے تفصیل سے کیوں نہیں آگاہ کیا۔ اسے تو ختم کرنا ہی پڑیگا ابھی اسی وقت اسے لے جاکر پہاڑی سے نیچے دھکا دے دو۔ باہر بہت تیز بارش ہے۔ دور دور تک اسے دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا فوراً گلزار کو بلوا کر یہ کام تو کر ڈالو اس سے بہتر موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا" یوگراج نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔ وہ اس طرف آرہا تھا۔ عمران فوراً بیڈ کے نیچے چھپ گیا۔ یوگراج بیساکھی سنبھالتا ہوا اسی راستے سے باہر نکل گیا جس راستے سے عمران اندر داخل ہوا تھا۔ عمران یوگراج کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ مگر یہاں اسے سلیمان کی فکر تھی۔ چیف کی آواز سنائی دی وہ گلزار کو بلا رہا تھا۔ گلزار کمرے میں آیا تو اُسے سلیمان کو پہاڑی پر سے دھکا دینے کا حکم دیا گیا۔ چیف نے کہا کہ اسے شمالی پہاڑیوں سے دھکا دے دو کہ نیچے پہنچتے پہنچتے اس کی ہڈیاں سُرمہ بن جائیں۔

عمران کا دل یہ سُن کر زور زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ وہ سلیمان کو اس پر کوئی آنچ آنے سے پہلے ہی چھڑا لینا چاہتا تھا مگر کیسے۔ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اگر یہاں ہے تو کس جگہ قید ہے۔ عمران کمرے سے آہستہ سے باہر نکل گیا۔ باہر بارش جوں کی توں جاری تھی۔ کاریڈور میں چوکیدار موٹی سی چادر اوڑھے کرسی پر بیٹھا

تھا۔ عمران دوسری طرف سے پیچھے کے راستے پر چل دیا۔ پیچھے کئی سرونٹ کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ ایک کوارٹر پر موٹا سا تالا لگا ہوا تھا۔ عمران نے جب اچھی طرح دیکھ لیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو دروازے کے پاس گیا۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ہو نہ ہو سلیمان یقیناً اس کمرے میں قید ہے۔ وہ دروازے کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور آہستہ سے سلیمان کہہ کر پکارا۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ عمران نے ایک مرتبہ پھر سلیمان کہا۔

"کون۔ عمران صاحب۔ آپ یہاں کیسے؟"

"ہاں سلیمان میں ہوں۔ تم خیریت سے ہو۔"

"مجھے آزاد کرالیں عمران صاحب مجھے آزاد کرالیں۔ یہ لوگ مجھے ختم کردیں گے۔"

"ابے تو جان کیوں نکلی جارہی ہے۔ ختم کردیں گے تو ختم ہوجانا۔"

"یار۔ آپ کیسے ظالم آدمی ہیں۔ آپ پہلے قصائی تو نہیں تھے۔" سلیمان دروازے کے بالکل قریب آکر بولا۔

"میں تمہیں آزاد کرانے نہیں آیا۔ بس یہ بتانے آیا ہوں کہ یہ لوگ تمہیں پہاڑی سے دھکا دے کر مارنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ بس بہت اچھے دن ساتھ گزارے ہیں۔ سوچا تم سے تو مل نہیں سکتا تمہیں خدا حافظ ہی کہہ لوں۔" عمران اس مصیبت کے وقت بھی باز نہیں

آیا تھا۔

"تو پھر میری آخری خواہش ضرور یاد رکھئے گا۔"

"ہاں ہاں بولو۔ تمہاری آخری خواہش پوری کرنا تو میرا فرض ہے۔"

"جب آپ مر جائیں تو اپنی دوزخ سے مجھے جنت میں تنگ کرنے مت آئیے گا۔"

سلیمان نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔ وہ سلیمان کی کسی کسی بات پر ہی مسکراتا تھا۔

"سن بے چقندر۔ میں تجھے یہاں سے نکالنے کی ترکیب کرتا ہوں۔ تو چپ چاپ یوں ہی اندر بیٹھا رہو۔ میں تجھے دوزخ میں ساتھ ہی لے کر آؤں گا فی الحال میں یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہوں۔"

عمران نے کہا اور سرونٹ کوارٹر کے برابر والی دیوار کی آڑ میں جا کر بیٹھ گیا۔ بارش سے وہ بری طرح بھیگ چکا تھا۔ اب ٹھنڈ بھی لگنی شروع ہو گئی تھی۔ اس سرد ہوا میں عمران کی جیکٹ بھی کام نہیں آ رہی تھی۔ عمران کو چھینک سی آتی محسوس ہوئی مگر اس نے چھینک پر قابو پالیا۔ عمران کو کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی کوئی بارش کے پانی میں شپڑ شپڑ کرتا چلا آ رہا تھا۔ عمران اور کونے میں ہو گیا۔ آنے والا کرمو تھا۔ عمران اسے نہیں پہچانتا تھا مگر سلیمان پہچانتا تھا۔ وہ سلیمان کے لئے کھانا پانی لاتا تھا۔ وہ سلیمان والے کمرے کے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے

ے چابی نکالی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ عمران ی سی تیزی سے وہاں سے نکلا اور اس کمرے میں داخل ۔ جہاں سلیمان تھا اور جہاں ابھی ابھی کرما داخل ہوا تھا۔ عمران در سے کنڈی لگائی اور پھرتی دکھاتے ہوئے کرما کو دبوچ رما طاقتور تھا۔ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ ن نے اس کو اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ دیوار سے جا ٹکرایا اسی طرح جیسے انہوں نے سلیمان کو دھکا دیا تھا۔ کرما کے منہ ون بہہ نکلا۔ وہ آواز نکالنے ہی لگا تھا کہ عمران نے اچھل کر ے پیٹ پر لات ٹکا دی۔ کرما کے لات اتنی زور سے پڑی ر اس کے منہ سے نکلنے والی آواز اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ یٹ پکڑ کر رہ گیا۔ عمران نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا اور اپنے وص انداز سے جوڈو کا ہاتھ گھمایا جو کرما کی گردن پر جا کر پڑا تھا در تک کرما یوں گھورتا رہا جیسے ابھی کھا جائے گا مگر یک دم یہوش ہو گیا۔

"سلیمان تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی۔"

عمران نے سلیمان کو دیکھ کر کہا۔

"بتاؤں گا۔ ابھی یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں۔"

سلیمان نے کہا اور عمران سلیمان دونوں کمرے سے باہر نکل ر عمران نے باہر سے تالا لگا دیا۔ اسے اندازہ تھا کہ اب کرما

بہت جلد ہوش میں نہیں آئے گا۔ اور اگر ہوش میں آ بھی گیا تو اس کے منہ سے آواز نہیں نکلے گی۔ عمران نے سلیمان کو پچھلی دیوار پر چڑھایا۔ سلیمان دوسری جانب کود گیا۔ عمران بھی کسی طرح دیوار پر چڑھ کر کود گیا۔ دونوں وہاں سے تیزی سے بھاگ لئے۔

باہر بارش تو رک گئی تھی مگر ٹھنڈ کافی ہو گئی تھی۔ عمران، سلیمان اور فیاض کمرے میں ہیٹر چلا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی عمران نے ڈاکٹر سے سلیمان کے زخم صاف کروا کر دوا لگوائی تھی۔ سہیل اور ریحان فاسٹ فوڈ سے برگر لینے نکلے تھے۔ اس ریحان نے زیادہ آبا آبا نہیں کیا تھا۔ اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بہت زیادہ بول جاتا ہے اور اگر اس نے اپنا یہی انداز رکھا تو کبھی بھی یہ لوگ اسے اپنے پروگرام میں شامل نہیں کریں گے۔ بات کو تمام ساتھیوں نے بھی محسوس کیا تھا۔ وہ اب چپ رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

"عمران صاحب کیا آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں؟"

سلیمان نے کمبل میں سے اپنی تھوڑی سی تھوتھنی نکال کر کہا۔

"ہاں سلیمان۔ مگر اب بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"کس کا انتظار کر رہے ہیں آخر ہمیں بھی تو پتہ چلے۔"

"ایک بلی کا انتظار رہے مجھے۔ اس نے کہا تھا میں آؤں گی

دونوں کتے پکڑنے چلیں گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ بلی اور آپ کتے پکڑنے جائیں گے۔ آپ ساتھ ہوں تو پھر بلی کو کتے پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابے گدھے کی دم فاختہ میں نے کتے کہا ہے اور کتے کتا کی جمع ہے۔ جیسے میں اور تم دونوں ملا کر جمع ہو گئے، تو اس طرح کتے ہو گئے۔ سمجھ آئی۔"

سلیمان عمران کی اس حاضر جوابی پر چپ ہو گیا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"لیجئے بلی آ گئی۔" سلیمان بولا

"اجی جو بھی ہے بلا تکلف آ جائیے۔" عمران نے آواز لگائی اور دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر قادر اندر داخل ہوئے۔

"بھئی کیا میٹنگیں چل رہی ہیں۔" انہوں نے تینوں کو..یوں دیکھ کر پوچھا۔

"قادر صاحب بڑا گمبھیر مسئلہ ہے۔ اب اسے آپ ہی حل کر سکتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"وہ کیا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا

"میں آپ کا تعارف کروا دوں۔ یہ سلیمان صاحب ہیں جن کی گمشدگی کی اطلاع میں نے آپ کو دی تھی۔"

"تو یہ کہاں تھے حضرت ؟"

یہ شہد کی مکھیوں کے چھتے کی تلاش میں نکل پڑے تھے ۔ ا... چھتے میں ہاتھ ڈالنے سے تو یہی ہوتا ہے جو ان کے ساتھ ہوا ۔ بُر... سے زخمی ہو گئے ۔

"کیوں میاں سلیمان ۔ سچ کہہ رہے ہیں ؟"

"کیا بتاؤں انسپکٹر ماموں ۔" سلیمان نے بات شروع کی ا... انسپکٹر ماموں پر سب ہنس دیئے سوائے سلیمان کے ۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا یہ جو عمران صاحب آپ دیکھ رہے ہ... اصل میں یہ جتنے لمبے ہیں اتنی ہی لمبی ان کی زبان ہے اور اس ... بھی نکلتا ہے یہ نکال دیتے ہیں ۔ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ان ... بڑا جاسوس دنیا بھر میں نہیں ہے ۔ اب جب ہم کمال دکھاتے تو یہ جل جاتے ہیں ۔ بس پھر جو منہ میں آیا بک دیا ۔

"خوب ! تو موصوف کو بھی جاسوسی کا شوق ہے ۔"

"اجی انسپکٹر ماموں ! ہم تو پیدا ہی اس کام کے لئے ہو... ہیں ۔ ابا کہتے ہیں بیٹا جاسوسی میں بہت مال ملتا ہے ۔ ایک ک... فیس لاکھوں میں ۔" سلیمان نے ریحان کا جملہ استعمال کیا ۔

"بہت خوب ۔ آپ لوگوں سے مل کر واقعی بہت خوشی ... مجھے کس کام کے لئے بلایا گیا تھا ۔" انسپکٹر قادر نے کہا ۔

"میرا بھی یہ خیال ہے کہ کام کی بات کرلیں ۔ اگر اس فضول...

کے بندے سے باتیں کرنے بیٹھو تو صرف وقت ہی برباد ہوتا ہے ۔" عمران نے کہا اور انسپکٹر قادر سے رجوع ہوا ۔ قادر صاحب ۔

"آپ نے سکون ریسٹ ہاؤس دیکھا ہے ۔" عمران نے پوچھا

"وہ نیچے پرانا سا ریسٹ ہاؤس ۔"

"جی ہاں وہی ۔ بس آپ صرف اتنا کردیں کہ صبح وہاں چھاپہ مار کر جتنے لوگ موجود ہوں انہیں گرفتار کرلیں ۔ ریسٹ ہاؤس میں بھی اور پچھلے سرونٹ کوارٹرز میں بھی ۔"

"وہ کیوں ؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا ۔

"اس کیوں کا جواب تو میں آپ کو بعد میں تفصیل سے دے ہی دوں گا فی الحال آپ یہ پیتل کا خول ملاحظہ فرمائیں یہ مجھے اسلم شیخ کے قریب پڑا ہوا ملا تھا ۔ یعنی قاتل کی بیساکھی کا نچلا حصہ شاید ڈھیلا ہونے کے سبب نکل گیا ۔"

"تو تمہیں یقین ہے سیٹھ اسلم قتل کئے گئے ہیں ۔"

میرا خیال ہے آپ کو یہ بات مجھ سے نہیں پوچھنی چاہیئے ۔ ان کے جسم میں جو گولیاں لگی ہیں وہ کسی بھی طرح کوشش کرلیں خود نہیں ماری جاسکتیں ۔ یہ تو پہلی بات ۔ دوسری بات یہ کہ قاتل اور مقتول کا آپس میں کوئی تعلق تھا اور سیٹھ اسلم بھی اس پُراسرار گروہ کا ہی بندہ تھا ۔ وہ ان لوگوں کا مددگار تھا جو ملک کے اہم مقامات کا راز حاصل کرنے کے لئے ہمارے ملک میں گھس آئے ہیں اور بہت سے اہم مقامات کی

تفصیل بھی حاصل کی جا چکی ہے ۔ وہ جدید قسم کا وائرلیس سیٹ جو سیٹھ اسلم کے کمرے میں موجود تھا۔ بہت سی باتیں تو اسے دیکھ کر ہی ذہن میں آجاتی ہیں۔ پھر پتہ نہیں پولیس ان باتوں کو کیوں نوٹ نہیں کرتی ۔ یا پھر کرنا نہیں چاہتی ۔

"عمران میاں تم یہ کہہ کر شرمندہ کر رہے ہو"۔

اجی میں شرمندہ کرنے والا کون ہوتا ہوں۔ بس صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ کے ادارے کے لوگ ذرا سی بھی ملک کی سلامتی سے دلچسپی رکھتے ہوں اور ان کے دل میں اپنے ملک کے لئے ذرا سی بھی جگہ ہو تو پھر کسی عمران یا سلیمان کی ضرورت نہیں ہے ۔ آپ کے ادارے میں ایک سے ایک ذہین آدمی موجود ہے مگر نہ جانے کیوں۔ کیوں وہ بے خبر رہنا چاہتے ہیں۔ کیوں وہ اپنی ذمہ داریوں سے نظریں چراتے ہیں۔ کیوں وہ بڑے بڑے لوگوں کے رعب میں آجاتے ہیں۔ کیوں انہیں ہر مالدار آدمی شریف اور ایماندار لگتا ہے ۔ مجھے خوشی نہیں افسوس ہوتا ہے جب آپ کا محکمہ مجھ جیسے معمولی قسم کے لڑکے کی مدد چاہتا ہے ۔یقین جانیے قادر صاحب میرا مطلب ہرگز ہرگز آپ کو کمتر کہنے کا یا مذاق اُڑانے یا شرمندہ کرنے کا نہیں ہے ۔ میں تو آپ کو وہ سچائی بتا رہا ہوں جو کل بھی موجود تھی اور آج بھی موجود ہے ۔ آپ پڑھے لکھے اتنے بڑے افسر ہیں ۔ ذمہ دار ہیں جانتا ہوں ۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ پوری دنیا ہم پر کس طرح نظریں گاڑھ کر بیٹھی ہوئی ہے ۔ کس کس طرح سے ہمیں پریشان کیا جاتا ہے

دوسرا ملک ہمارے پڑوسی کا ہو یا ہم سے دور ۔ صرف اس چکر میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح ہمیں ختم کر دے ۔ ہمیں کھا جائے ۔کبھی بھائی کو بھائی سے لڑایا جاتا ہے کبھی ہمارے اہم مقامات کو نشانہ بنایا جاتا ہے ۔ کبھی تخریب کاری کے ذریعہ عوام کو ہراساں کیا جاتا ہے ۔ آخر ہم سب کو کب عقل آئے گی ۔ ہم کب ہوش میں آئیں گے ۔ میرے منھ میں خاک ۔ کیا اس وقت جب خدانخواستہ کچھ بھی نہیں بچے گا ۔ صرف پچھتاوا ہی رہ جائے گا ۔بہت افسوس کی بات ہے بہت افسوس کی"۔

عمران کی بولتے بولتے آواز بھر آئی ۔ آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے ٹمٹمانے لگے ۔ اس کے دل میں جو بھی تھا وہ نہ جانے کیوں اور کیسے سب کچھ انسپکٹر قادر سے کہہ گیا ۔سلیمان اور فیاض بھی سر جھکائے بیٹھے تھے ۔ ان دونوں کی آنکھیں بھی نم تھیں اور شاید پہلی مرتبہ کسی پولیس آفیسر کی آنکھوں میں بھی آنسو آتے تھے ۔

"تم ٹھیک کہتے ہو عمران ۔ ہم اپنے بچوں کے مستقبل میں کچھ اس طرح کھو گئے اور زمانے کے رنگ میں کچھ اس طرح رنگ گئے ہیں کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ جس درخت سے پھل کھا رہے ہیں اسے نگرانی کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اور پھل پھول سکے ۔ ہم کیا سے کیا ہو گئے ہیں ہمیں خود بھی کچھ نہیں معلوم"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر قادر اُٹھ گئے ۔ ٹھیک ہے عمران میں صبح ہی ریسٹ ہاؤس کے تمام لوگوں کو گرفتار کر لوں گا ۔ اس کے علاوہ جب بھی میری

ضرورت ہو فوراً آ بتانا۔ اتنا کہہ کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ریحان اور سہیل برگر لے کر اندر داخل ہوئے تو ماحول میں خاموشی دیکھ کر خاموشی سے صوفہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں کی آنکھ میں آنسو دیکھ کر سہیل نے اشارے سے فیاض سے پوچھا کیا بات ہے مگر فیاض نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمران نے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے فوراً اپنا موڈ ٹھیک کیا۔

"آؤ بھئی گرما گرم برگر کھالیں۔" عمران نے میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ کچھ وقت گزر جانے سے اور کچھ برگرز کے ذائقہ نے ان لوگوں کا موڈ بہتر کر دیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر عمران باہر ٹہلنے نکل گیا۔ باہر بہت سردی تھی۔ آسمان پر اب بھی بادلوں کا راج تھا۔ بارش تھم ضرور گئی تھی مگر دوبارہ برسنے کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ادھر سہیل اور ریحان کو فیاض نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ عمران کو یوں باہر ٹہلتا ہوا دیکھ کر پریشان بھی ہو رہے تھے۔ عمران سامنے چھوٹے سے لان میں بچھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گیا۔ سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسرے کمرے میں ٹھہرے ہوئے لوگ کمروں میں دبکے پڑے تھے۔ کچھ دیر تک عمران یوں ہی خاموش کرسی پر بیٹھا رہا مگر پھر کچھ سوچ کر وہ اندر آگیا۔ یہ چاروں اپنے اپنے بستروں میں گھسے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا۔ آپ اندر کیوں آگئے؟"

سلیمان نے پوچھا۔

"بہت سردی ہے۔ دانت بجنے لگے تھے۔ تیز ہوا میں بیٹھ کر خود کو بیمار ڈالنے کا کیا فائدہ۔"

عمران اپنے بستر میں گھستے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے عمران صاحب کافی منگوائی جائے۔" فیاض نے کہا

"گڈ آئیڈیا۔ میں بھی یہ ہی سوچ رہا تھا۔" عمران نے کہا

"بھئی کافی پینے کے بعد نیند نہیں آتی۔"

تمہیں نہیں آتی سلیمان تو تم نہیں پینا۔ مجھے تو کافی پینے کے بعد ہی نیند آتی ہے۔

عمران کی اس بات پر سب مسکرا دیئے۔ سوائے ریحان کے آخر اس نے بھی اپنی چونچ کھولی۔

"عمران صاحب ابا کہا کرتے ہیں۔ کافی پینے سے دماغ میں خشکی ہو جاتی ہے۔"

"میری جان، میری جان ریحان۔ تمہارے اور تمہارے ابا حضور کے دماغ میں جتنی خشکی ہے۔ اس کے بعد اتنی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ مزید خشکی ہو۔ اسی لئے تم تو کم از کم آرام سے کافی پی سکتے ہو۔" عمران نے کہا۔ سب مسکرا دیئے۔ پہلی مرتبہ ریحان بھی اپنے بارے میں کوئی بات سن کر مسکرایا تھا۔

کافی منگوالی گئی۔ جب ویٹر برتن اور بل کی رقم لے کر واپس چلا گیا تو عمران نے کمرے کی کنڈی لگا دی اور ایک نظر کمرے کے چاروں

طرف بنے ہوئے روشن دانوں پر ڈالی۔ روشن دان کافی اوپر تھے۔ ان میں شیشہ لگا ہوا تھا مگر حفاظت کے لئے لوہے کی گرل نہیں تھی۔ عمران باتھ روم گیا جس کا ایک دروازہ پیچھے کی طرف کھلتا تھا عمران نے اس کی کنڈیاں چیک کیں اور پھر واپس آکر بستر میں گھس گیا یہ لوگ عمران کو پریشان دیکھ رہے تھے۔ آخر سلیمان سے نہ رہا گیا۔

"کیا بات ہے۔ آپ کس بات سے پریشان ہیں۔ کیا ہم کسی خطرے میں ہیں؟"

"ہاں" عمران نے کہا۔ اور اس کی ہاں پر سب اٹھ کر بیٹھ گئے

"ہاں دوستو! ہم پر کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ یہ رات ہم پر بھاری ہے۔ بس یہ رات گزر جائے تو ہم خطرے سے باہر ہیں رات کو کافی محتاط رہنا پڑے گا۔ اس لئے جب تک جاگ سکتے ہو جاگتے رہو"

"عمران صاحب یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔ ہم بازار سے ڈنڈے وغیرہ خرید لاتے"

"میرے بھائی سامنے والوں کے پاس جدید قسم کے ہتھیار ہوں تو پھر ڈنڈوں کی کیا اوقات۔ ویسے میرا ہاتھ ریوالور پہ رہے گا مگر پھر بھی ہمیں دماغ سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ اور نہیں کر سکتے۔ تم لوگ لیٹے رہو مگر ہوشیار رہ کر"

عمران نے کہا اور پھر جیب سے وہی ڈائری نکال کر دیکھنے

لگا۔ ڈائری کے کچھ الفاظ تو اس کی سمجھ میں آتے تھے مگر اس سے بات نہیں بنتی تھی۔ اس ڈائری کے ذریعہ عمران بہت سے لوگوں کے چہروں سے نقاب اٹھا سکتا تھا مگر باوجود کوشش کے وہ پوری ڈائری نہیں سمجھ سکا۔ عمران نے اٹھ کر دراز سے لیٹر پیڈ نکالا اور پھر اس پر ایک نقشہ بنانے لگا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں عمران آتے ہی گیا تھا اور جس جگہ یوگراج بموں کا جال بچھانے والا تھا۔ عمران کو بروقت ساری معلومات ہو گئی تھیں ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عمران تکیوں کا سہارا بنا کر بیٹھ گیا۔ اس نے رسالہ اٹھا کر ورق گردانی شروع کر دی۔ اس کی نظریں بار بار اوپر کے روشندانوں پر جاتی تھیں رسالہ پڑھتے پڑھتے اسے نیند آنے لگی تھی۔ اب اس کے ساتھی بھی اونگھ رہے تھے۔ سلیمان تو شاید کئی راتوں سے سویا نہیں تھا اس لئے وہ تو پوری طرح نیند میں ڈوب چکا تھا۔ عمران کی آنکھیں بھی بوجھل ہو رہی تھیں۔ وقت بھی کافی بیت چکا تھا۔

عمران اور کئی گھنٹے جاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر نیند کی وجہ سے اس کا سر بار بار گھوم کر دیوار سے جا ٹکراتا۔ عمران نے تکیے سیدھے کئے اور اس پر کہنی ٹکا کر ہاتھ پہ اپنا منہ ٹکا لیا۔ وہ آنکھیں پوری طرح کھلی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ کمرے میں اب صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔ چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پہاڑی مقامات پر عموماً

گھروں اور ہوٹل وغیرہ کی چھتیں ٹین کی ہوتی ہیں جو ڈھلان کی طرح بنائی جاتی ہیں تاکہ برف پڑنے کے زمانے میں برف جمع نہ ہو سکے اور گرتی رہے۔ چھت پر یقیناً کوئی تھا۔ اچانک سہیل کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اس کی نظر سامنے والے روشن دان پر پڑی۔ باہر سے کوئی ٹارچ جلا کر اندر کی طرف دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شاید لیمپ کی مدھم روشنی میں اندر اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ سہیل چپ چاپ کمبل میں دبکا رہا۔ جیسے ہی اوپر موجود شخص روشندان سے ہٹا سہیل نے پھرتی دکھائی اور نیچے زمین پر جا کر لیٹ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ قالین پر رینگتا ہوا عمران کے پاس پہنچا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ عمران کے منہ پر زور سے رکھ کر عمران کو ہلایا۔ عمران فوراً جاگ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سہیل کو دیکھ رہا تھا۔ سہیل نے اشارے سے اسے بتایا کہ چھت پر کوئی ہے۔ اب عمران کو بھی چھت پر سے کچھ آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ سہیل نے اسی طرح سب کو باری باری ہوشیار کر دیا۔ عمران آہستہ سے بستر سے اترا اور ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ عمران نے ریسپشن کا نمبر گھمایا۔

”دیکھیے ہماری چھت پر کوئی چڑھا ہوا ہے۔ ذرا اپنے چوکیدار سے کہیں کہ چیک کرے۔“

”آپ فکر مت کریں میں ابھی چیک کرواتا ہوں۔“ دوسری جانب سے ڈیوٹی انچارج نے کہا۔

اور پھر کچھ دیر میں ہی چوکیداروں کی سیٹیاں گونجنے لگیں۔ چوکیدار

دوڑتے ہوئے سیٹیاں بجاتے ہوئے انہی کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ چھت پر بھاگنے کی آواز آنے لگی۔ شاید چوکیداروں کے آنے سے وہ بھی بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”کون ہے۔ اوپر کون ہے؟“

ایک چوکیدار کی آواز سنائی دی۔ عمران ریوالور سنبھال کر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کوئی پیچھے کی طرف سے بھاگا تھا۔ عمران نے اس پر فائر داغ دیا۔ بھاگنے والا خود کو سنبھال رہا تھا کہ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ مگر وہ پھر بھی پھرتی دکھاتے ہوئے وہاں سے تیزی سے بھاگ گیا۔ چوکیدار دوڑتے ہوئے عمران کے پاس آ گئے۔

”اچھا کیا صاحب آئندہ کے لئے یہ چور سبق حاصل کرے گا۔“ اس چوکیدار نے کہا۔

فیاض، سہیل، سلمان اور ریحان موٹل کے چاروں طرف پھیل گئے اور چکر لگانے لگے کہ کہیں اور کوئی دوسرا نہ ہو۔ کہیں چھپ کر کوئی نہ بیٹھا ہو۔ چوکیداروں کی ٹارچیں چھت پر پڑ رہی تھیں۔ عمران نے فیاض کو چھت پر جا کر چیک کرنے کے لئے کہا۔ مگر بھاگنے والا بھاگ چکا تھا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔

عمران نے سب ساتھیوں کو سامان باندھنے کے لئے کہا۔

”کیوں کہاں جا رہے ہیں ہم لوگ؟“

سلمان نے پوچھا۔

"سوال مت کرو۔ چپ چاپ باندھو۔ صبح ہونے سے پہلے ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔"

عمران نے کہا اور ان لوگوں نے اپنا اپنا سامان باندھنا شروع کر دیا۔ ڈیوٹی انچارج کو عمران نے فون پر حساب بنانے کے لئے کہا تو وہ بھاگا ہوا ان کے کمرے میں آیا۔ وہ سمجھا یہ لوگ چور کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ اپنے موٹل کی طرف سے صفایاں پیش کرتا رہا۔ مگر عمران نے صرف ایک ہی جواب دیا کہ ہمارا حساب بنا دیں۔ عمران کے ساتھی بھی پریشان تھے کہ عمران اس وقت کہاں جانے کی سوچ رہا ہے مگر عمران نے کسی کو مزید پوچھنے کا موقع نہیں دیا۔ موٹل کا حساب کر کے یہ لوگ سامان اٹھا کر چل دیئے۔

"اب کہاں جانا ہے۔" سلیمان عمران کی اس حرکت سے کچھ چڑ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"یار اس وقت مجھ سے کوئی سوال مت کرو۔ وہ سامنے اترائی کا راستہ دیکھ رہے ہو ہمیں وہاں سے اتر کر نیچے کی طرف جانا ہے۔"

"مگر اس گھپ اندھیرے میں عمران صاحب کوئی بھی گر سکتا ہے۔"

"سامان اُٹھا کر جانا ہے۔"

فیاض نے کہا۔

میں ریحان کا بیگ سنبھال لیتا ہوں۔ ریحان ٹارچ لے کر

ساتھ ساتھ چلے گا۔ راستہ خود بخود دکھائی دے گا۔ سب بہت احتیاط سے چلیں گے۔ مگر یہ بھی یاد رہے ہمیں روشنی کی ایک کرن آنے سے بھی پہلے اسی جگہ پہنچنا ہے۔"

عمران نے آرڈر کر دیئے اور یہ لوگ اس راستے کی طرف چل دیئے جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

جس جگہ یہ لوگ پہنچے تھے یہ جگہ چھپنے کے لئے بہترین جگہ تھی شاید اس جگہ کو عمران نے پہلے سے ذہن میں رکھا ہوا تھا۔ عمران نے وہاں پہنچ کر بتایا کہ اگر ہم وہاں رہتے تو ہم پہ دوبارہ حملہ ضرور ہوتا اور فی الحال ہمیں کسی بھی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے تھا۔ ہمارا اصل کام آج رات کو شروع ہوگا۔ ٹھہرنے کو ہم کسی اور ہوٹل یا موٹل کے کمرے میں بھی ٹھہر سکتے تھے۔ مگر میں چاہتا تھا کہ انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ ہم ڈر کے مارے کہیں چلے گئے ہیں اور پھر وہ ہمیں ہوٹلوں میں ہی تلاش کریں۔ اس لئے اب وہ جب ہمیں کہیں نہیں پائیں گے تو بے فکر ہو کر اپنا کام کریں گے۔

عمران کی اس تفصیلی گفتگو کے بعد اس کے ساتھیوں نے عمران کے اس قدم اٹھانے پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

صبح ہونا شروع ہو گئی تھی مگر گہرے بادلوں کی وجہ سے اب بھی اندھیرا اندھیرا سا ہی محسوس ہوتا تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ

لنگڑا جاسوس یوگراج آج پروگرام کے مطابق اپنا کام ضرور کرے گا
ہوسکتا ہے وہ احتیاط کے طور پر مزار والے درخت کے پاس
سے وہ تمام کاغذات نکال کر پہلے ہی لے جائے اس لئے یہ کام
مجھے پہلے کرلینا چاہیئے۔

"سنو۔ تم لوگ بہت ہوشیاری سے یہاں بیٹھے رہو۔ کوشش
کرو کہ تم لوگوں کو کوئی عام آدمی بھی یہاں نہ دیکھ پائے۔ وہ سامنے
والی سڑک پر تنہا آدمی تو کبھی کبھی دکھائی دے گا۔ مگر یہاں سے گاڑیاں
اکثر گزرتی ہیں اور وہ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش میں ممکن ہے
یہاں سے گزریں۔ اس لئے سب کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

"کیوں آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
سلیمان نے عمران کی اس بات پر پوچھا۔

"ہاں ۔ میں فیاض کو ساتھ لے کر مزار کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے
وہاں سے تمام کاغذات اُن کے نکالنے سے پہلے ہی نکال لینے ہیں"

"عمران صاحب اس طرح تو وہ اور ہوشیار ہو جائیں گے"

"دیکھا جائے گا" عمران بولا

"ہمارے لئے وہ تمام کاغذات زیادہ ضروری ہیں۔ اس کے بعد
ان کی گرفتاری۔ اگر کاغذات ان کے پاس چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو
گرفتار بھی نہ کرسکیں گے" عمران نے کہا اور وقت ضائع کرنے کے
بجائے وہ فیاض کو لے کر واپس چڑھائی والے راستے پر چل دیا۔

یہ اس راستے سے مختلف راستہ تھا جہاں سے یہ لوگ آئے تھے
عمران نے بارش کے ڈر سے مضبوط ہینڈ بیگ ساتھ رکھ لیا تھا۔ دونوں
پہاڑی جنگل کے بیچوں بیچ سے ہوتے ہوئے مزار کی طرف بڑھ رہے
تھے۔ وہی راستہ ان کے لئے محفوظ بھی تھا۔ آدھے گھنٹے کی تھکا
دینے والی چڑھائی کے بعد یہ لوگ اس سڑک پر آگئے جو مزار کی طرف
جاتی تھی۔ کم از کم فیاض تو چڑھتے چڑھتے تھک ہی گیا تھا۔ مگر عمران کی
ہمت کے آگے وہ کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

یہ لوگ آخر مزار تک پہنچ ہی گئے۔ صبح کا وقت تھا اس لئے
مزار کے ارد گرد کوئی بھی نہیں تھا۔ مزار بہت ہی گھنے درخت کے
سائے میں بنا ہوا تھا۔ عمران نے درخت کی ایک مضبوط شاخ توڑ
کر بیگ میں سے چاقو نکالا اور جلدی جلدی لکڑی کے ٹکڑے کی
نوک بنانے لگا۔ اس نوک دار لکڑی سے عمران زمین کھودنے لگا
ایک جگہ سے کچھ زمین نرم تھی اور عمران کو یقین تھا کہ وہ لکڑی کا بکس
یہیں دبایا گیا ہے۔ عمران ایک ڈیڑھ فٹ زمین کھود چکا تو اسے
لکڑی کا بکس نظر آگیا۔ فیاض کو اس نے اِدھر اُدھر آتے جاتے
کو دیکھنے کے لئے مزار کے پاس کھڑا کر کے رکھا تھا۔ یہ مزار وہاں
جھنڈے والے بابا کے نام سے مشہور تھا۔ پہاڑوں پر رہنے والے
لوگ اکثر وہاں آکر پھولوں کی چادر چڑھاتے اور اگربتیاں جلاتے تھے
عمران نے جلدی جلدی بلی کی طرح ہاتھوں سے مٹی ہٹانی شروع کردی

اس کا ہاتھ لکڑی کے بکس کے کنڈے پر پڑا۔ عمران نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈرتے ڈرتے بکس کا ڈھکنا ہٹایا۔ وہ دعا بھی کرتا جا رہا تھا کہ وہ تمام چیزیں ابھی تک موجود ہوں۔ ڈھکنا ہٹا۔ عمران کا چہرہ کھل اٹھا۔ سارا سامان اس بکس میں موجود تھا۔ عمران نے پھرتی دکھائی۔ جلدی جلدی سارا سامان نکال کر اپنے ہینڈ بیگ میں بھرا اور پھر ڈھکنا بند کر کے مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ اس نے زمین کی سطح ویسی ہی کر دی تھی جیسے پہلے تھی۔ کسی کو خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہاں کھدائی کی گئی ہے۔ عمران نے اس کام سے فارغ ہو کر فیاض کے ساتھ وہاں سے دوڑ لگا دی۔ یہ لوگ تیز تیز بھاگتے ہوئے واپس اس جگہ پہنچ گئے جہاں ان کے ساتھی چھپ کر بیٹھے تھے۔ عمران نے قریب میں ایک جگہ پر زمین کھودنی شروع کر دی جہاں اس نے وہ بیگ چھپا دیا۔ وہاں نشانی کے طور پر عمران نے ایک لکڑی گاڑ دی تاکہ وہ جگہ دوبارہ مل سکے۔ تھک جانے کی وجہ سے ان دونوں نے وہاں آرام کیا۔ چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ بازار بھی یہاں سے کافی دور تھا۔ نکل کر جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ انہیں احساس تھا کہ کچھ دیر بعد بھوک بھی لگنے لگے گی۔ مگر باہر نکلنے کا خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ رات ہونے کا انتظار کرنے کے لئے انہیں پورا دن یوں ہی گزارنا تھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے بیگ کو تکیہ بنا کر وہیں گھاس اور سوکھے پتوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ کافی وقت گزر گیا۔ اب تو چائے

کی طلب کے ساتھ ساتھ بھوک نے بھی ستانا شروع کر دیا تھا۔ عمران کو سب ساتھیوں کے چہروں پر بھوک سے بارہ بجتے ہوئے نظر آ رہے تھے وہ اٹھا اور اٹھ کر اس نے سہیل کے بال ہاتھوں سے خراب کر دیئے۔ سہیل پہلے تو حیران ہوا مگر پھر خاموشی سے اپنی درگت بنواتا رہا۔ عمران نے اس کی قمیض جگہ جگہ سے پھاڑ دی بالوں میں سوکھے پتے توڑ کر ڈال دیئے۔

"لو بیٹا اب تم شکل سے واقعی فقیر نظر آ رہے ہو۔ اب پینٹ اتار کر کوئی شلوار پہن لو تاکہ بالکل ہی بدل جاؤ۔" سہیل نے ویسا ہی کیا۔ درختوں کی آڑ لے کر شلوار پہنی اور پھر عمران نے اسے کھانے اور چائے کے لئے روانہ کر دیا۔ اسے ہدایت کر دی تھی کہ پہلے وہ ایک تھرماس خریدے اور منرل واٹر کی بوتلیں اور کھانا لے کر ایسی دکان پر جانا جہاں سے مضبوط رسی مل سکے پھر سیدھا واپس پہنچ جائے۔ رسی کے دو بنڈل لے لینا۔

"عمران صاحب۔ یہ سب چیزیں سہیل اکیلا نہیں لا سکتا۔" سلیمان نے کہا۔

"تو بھیا تم چلے جاؤ، میں نے کب منع کیا ہے۔"

سلیمان چپ ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا نکلنا زیادہ خطرناک ہے۔ عمران نے سہیل کی کمر پر لٹکانے والا بیگ دیا تاکہ سب کچھ بیگ میں ڈال کر کندھے پر لٹکا لے۔ سہیل بیگ سنبھال کر اور پیسے جیب میں ڈال کر نکل گیا۔ وہ کچھ چڑھائیاں چڑھتے ہوئے بازار تک پہنچ گیا۔ اس نے چیزیں خریدیں اور ساتھ ہی بہت محتاط بھی رہا۔ رسی کے بنڈل خرید کر

وہ بہت پھرتی سے واپس پہنچ گیا۔ ان لوگوں کے پیٹ میں کھانا اور چائے پڑ گئی تو چین آیا۔ یہ لوگ پھر خاموشی سے لیٹ گئے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ گھنے درختوں کی وجہ سے وہ فی الحال اس سے محفوظ تھے مگر تیز بارش ہو جانے کا ڈر تھا۔

دن بھر بوندا باندی ہوتی رہی۔ مغرب کی اذانیں گونج رہی تھیں اندھیرا ہو چکا تھا۔ یہ لوگ جس جگہ تھے یہاں گھپ اندھیرا تھا۔

"سنو ساتھیو! اب سے کچھ دیر بعد ہمیں اپنا کام شروع کرنا ہے یہاں سے جہاں ہم اس وقت موجود ہیں مارٹی روڈ تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یوں سمجھ لو۔ سامنے والی روڈ سے اگر دائیں والے راستے پر نکلو اور تیز تیز چلو تو تم لوگ آدھے گھنٹے میں مارٹی روڈ پر پہنچ جاؤ گے۔ راستے میں کسی جگہ مارٹی روڈ کا بورڈ بھی لگا نظر آئے گا۔ تم لوگ وہاں کوئی بھی محفوظ جگہ دیکھ کر چھپ جانا۔ رات ایک بجے سے کچھ پہلے ہی ایک آدمی جو اس لنگڑے یوگراج کا آدمی ہے۔ سلیمان اسے پہچانتا ہے وہ ایک گاڑی لئے کھڑا نظر آئے گا۔ عین ممکن ہے وہ کہیں آڑ میں کھڑا ہو۔ اسے تلاش کرنا پڑے۔ جیسے ہی چیف اور اس کی گاڑی نظر آئے تم لوگوں نے بہت ہوشیاری سے چیف کو قابو کرنا ہے۔ اس کام کے لئے جتنی مہارت دکھا سکتے ہو دکھانا۔ اس کا ہاتھ آنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا یوگراج کا۔ اس پر قابو پا کر رسیوں میں

جکڑ دینا۔ اس میں سے رسی کا ایک بنڈل اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چیف کو رسیوں میں جکڑ کر اس کے منہ میں رومال ٹھونس دینا اور اسے ڈگی یا پچھلی سیٹ پر ڈال دینا۔ پھر سلیمان گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا تھانے پہنچ جائے میں بھی اپنا کام دکھا کر تم لوگوں کو تھانے میں ہی ملوں گا۔"

عمران نے پروگرام کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے ساتھ بھی کوئی جائے گا۔" سلیمان نے پوچھا

"ہاں۔ میں سہیل کو ساتھ لے جاؤں گا۔ تم فیاض اور ریحان چیف کے لئے جاؤ گے۔"

"عمران صاحب ہمیں یہاں سے کتنے بجے نکل جانا چاہیئے۔"

فیاض نے پوچھا۔

"فیاض۔ میں اور سہیل تو یہاں سے نو بجے نکل جائیں گے۔ ہمیں بھی کافی فاصلہ طے کر کے واچ روم تک پہنچنا ہے۔ تم لوگ یہاں سے دس بجے نکل جاؤ۔ اچھا ہے دس بجے تک اس روڈ پر خاصی خاموشی ہو جاتی ہے۔ تم لوگ آرام سے جا سکو گے۔ مگر پھر کہتا ہوں بہت محتاط رہنا۔ سلیمان تمہارے پاس بھی ایک چاقو تھا۔"

"جی ہاں ہے۔" سلیمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا چاقو میرے پاس رہے گا۔ مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ تم بھی چاقو اپنی جیب میں رکھنا۔ اس طرح کہ ضرورت پڑنے پر فوراً نکال سکو۔" عمران نے کہا۔

عمران نے ٹارچ کی روشنی میں گھڑی دیکھی۔ نو بجنے والے تھے۔ عمران نے تمام سامان یہیں چھپا دینے کی ہدایت کی اور سہیل کو لے کر سب کو خدا حافظ کر کے ہاتھ ملا کر نکل گیا۔ ایک تھیلے میں عمران نے رسی کا بنڈل ڈال کر کندھے پر لٹکا لیا تھا۔ عمران جس جگہ ضرورت ہوتی ٹارچ سے مدد لیتا ورنہ باقی راستہ وہ مختلف جگہ سے آتی ہوئی ہلکی روشنی میں طے کرتا۔ ایک جگہ کچھ دیر ٹھہرنے کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ دونوں تھک گئے تھے۔ مگر پھر دوسرے لمحے میں دوبارہ روانہ ہو گئے۔

عمران اور سہیل اب اس جگہ تھے جہاں سے واچ روم زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ یہ دونوں دم سادھے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ذرا سے فاصلے پر جھاڑیوں کے درمیان سے لنگڑا یوگراج نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں تاروں کا ایک رول تھا۔ وہ بہت احتیاط سے آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے لئے وہ دبک کر بیٹھ جاتا اور پھر دوبارہ آگے کی طرف بڑھتا۔ بہت ہی چالاک آدمی تھا۔ اتنی ہوشیاری سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کی مہارت کی داد دینی پڑتی تھی۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتا عمران اور سہیل بھی خرگوش کی طرح پھدک کر آگے بڑھتے جاتے۔ اب وہ واچ روم کے قریب تھا۔ اس نے تار کا بنڈل کھولا اور وہاں سے تار بچھانی شروع کر دی۔ وہ تار کا رول کھولتا جاتا اور آگے بڑھتا جاتا۔ عمران سہیل کو لے کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اچانک واچ روم پر

لگی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں اور دائیں سے گھومتے ہوئے بائیں جانب کو چلیں۔ جیسے ہی لائٹ یوگراج پر پڑی یوگراج نیچے کی طرف جھکا۔ عمران نے دیکھا آج تو یوگراج کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔ اس نے جامنی رنگ کی پینٹ اور لال رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ آج وہ شیو کیا ہوا تھا جبکہ وہ ہمیشہ ہلکی ہلکی شیو بڑھا کر رکھتا تھا۔ شکل اور حلیے سے اب وہ ٹھیک ٹھاک آدمی دکھائی دیتا تھا۔ روشنی کے اس طرف آتے ہی عمران نے سہیل کا ہاتھ کھینچ کر نیچے کر دیا اور دونوں وہیں دبک گئے۔ سرچ لائٹیں اپنا چکر مکمل کر کے بند ہو گئیں اور یوگراج نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ ان دونوں نے پھر یوگراج کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں بنا کسی آواز کے یوگراج کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عمران نے سہیل کو ایک جگہ بٹھا کر ریوالور اس کے ہاتھ میں تھما دی تاکہ وہ ضرورت پڑنے پر باہر نکلے۔ عمران دبے قدموں یوگراج کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ادھر یوگراج بھی تاریں کھولتا ہوا آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ جب عمران یوگراج سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا کہ چیتے کی طرح وہ اچھلا اور یوگراج کے اوپر گرا۔ یوگراج اس اچانک ناگہانی آفت کے لئے بالکل بھی تیار نہ تھا۔ وہ پھرتی سے اٹھ کر گھوما مگر جب تک عمران کی ایک زوردار لات اس کے منہ پر پڑ چکی تھی۔ یوگراج کے ہاتھ سے اس کی بیساکھی چھوٹ کر دور جا گری۔ عمران پھر اچھل کر گرا اور یوگراج کی چیخیں نکل گئیں۔ عمران نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگ پر اپنے مضبوط پاؤں گاڑ دیئے تھے۔ واچ روم کی لائٹیں

جل اٹھیں۔ یوگراج نے خود کو بہت جلد سنبھال لیا۔ وہ زمین پر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ عمران نے اس کی دوسری ٹانگ پکڑ کر زور سے گھمائی۔ سامنے سے سیکورٹی فورس کے لوگ بھاگتے ہوئے آ رہے تھے گاڑیوں کے سائرن بجنے لگے تھے۔ عمران نے دیکھا یوگراج کا ہاتھ اسکی جیب میں جا رہا ہے۔ اس نے جیب سے کوئی چیز نکالی اور منہ میں ڈالنے لگا۔ یقیناً یہ خود کو ختم کرنے کے لئے کوئی زہریلی چیز کھانا چاہتا تھا۔ عمران نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ میں دبی چیز منہ میں جانے کو تھی کہ عمران نے اس کا ہاتھ موڑ کر اس کی مٹھی کھول لی۔ وہ ایک زہریلا کیپسول تھا جس کو کھانے سے فوراً موت واقع ہو سکتی تھی۔ عمران نے وہ کیپسول اس سے لے کر دور پھینک دیا۔ سیکورٹی گارڈز کا عملہ وہاں پہنچ کر گنیں تان چکا تھا۔ عمران نے یوگراج کو سیکورٹی انچارج کے حوالے کر دیا۔

"تم کون ہو۔ ہم تمہیں بھی گرفتار کریں گے۔" انچارج نے کہا۔

عمران نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ میرا خیال ہے اس بدمعاش کو زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیں

"مجھے پکڑ کر آپ شرمندہ ہی ہوں گے۔" عمران نے کہا ہی تھا کہ اور لوگ بھی پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک وہی آدمی تھا جس کے سامنے عمران طوطا تلاش کر رہا تھا۔

"اوہ عمران! تو تم کامیاب ہو ہی گئے طوطا پکڑنے میں۔"

اس نے عمران کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"تو آپ مجھے جانتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ میں اس وقت بھی جانتا تھا جب تم طوطے کی تلاش میں تھے۔ مگر میں نے تم پر ظاہر نہیں کیا۔ اگر نہیں جانتا تو تم اس وقت قید میں ہوتے۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں چھوڑا تھا۔ کیا سمجھے۔"

"سر وہ تو سمجھ گیا مگر اب جو مجھے یہ گرفتار کر رہے ہیں اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔" عمران نے انچارج کی طرف اشارہ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران یقین جانو۔ تم جیسے چند اور لوگ اس ملک میں ہوں تو یہ خبیث کتے اس ملک کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے۔ شاید ہم میں کچھ کمزوری ہے جو یہ اتنی آسانی سے اپنا ہر کام کر جاتے ہیں۔ یہ ذلیل انسان دشمنوں کا جاسوس ہے۔ تم اسے دیکھو اس کی ایک ٹانگ نہیں ہے پھر بھی کس مہارت سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اس کی شکل تو میں ایسی گم کروں گا کہ اس کی سات نسلیں مرغا بنکر پیدا ہونگی۔"

سیکٹر کمانڈر مرتضیٰ نے کہا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ اس لنگڑے کو فوراً حوالات کی سیر کراؤ اور اس کی تلاشی لو۔ اس پر کڑی نگرانی رکھو۔

ان کا آرڈر ملتے ہی گارڈز یوگراج کو کھینچتے ہوئے لے گئے۔

سہیل بھی نکل کر باہر آ گیا۔

"سر ابھی کچھ کام اور بھی کرنے ہیں۔ میں نے وہ تمام خفیہ دستاویزات سنبھال کر چھپا رکھی ہیں جو یوگراج اپنے ساتھ لے جانے والا تھا۔ میرے ساتھی ٹھیک ایک بجے اس کے دوسرے ساتھی کو گرفتار کرلیں گے جو ماڑی روڈ پر یوگراج کے انتظار کے لئے پہنچے گا۔ عمران نے بتایا۔

اس وقت ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔ ہم دونوں چلتے ہیں۔ پہلے اس جگہ سے وہ سامان حاصل کرلیں پھر ماڑی روڈ پہنچ جائیں گے۔ مرتضیٰ صاحب نے کہا۔

عمران اور سہیل مرتضیٰ صاحب کے ساتھ اُن کی جیپ کی طرف چل دیئے۔ جیپ ان کا ڈرائیور چلا رہا تھا۔ عمران راستہ سمجھاتے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا جہاں اہم کاغذات کے ساتھ ان لوگوں نے اپنا سامان بھی چھپا رکھا تھا۔ عمران نے زمین کھود کر بیگ نکال کر مرتضیٰ صاحب کے حوالے کر دیا اور ان کے ڈرائیور کی مدد سے باقی سامان بھی جیپ میں رکھوا دیا۔ اب یہ لوگ ماڑی روڈ کی طرف روانہ ہوگئے جہاں چیف کو گرفتار کرنا تھا وہاں دُور دُور تک کوئی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔

اس کا مطلب ہے وہ ابھی نہیں پہنچا تھا۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی دُور دُور تک ڈالی پھر روشنی اپنے چہرے پر ڈالی۔ دُور چھپے ہوئے سلیمان وغیرہ نے عمران کو پہچان لیا اور اپنی جانب سے ٹارچ جلا کر اشارہ دیا۔

"وہ ہیں۔ وہ لوگ سامنے والی جھاڑیوں میں۔"

عمران نے مرتضیٰ صاحب کو بتایا۔

"عمران! ان لوگوں کو بھی یہیں بلالو۔ ایک بجنے میں ابھی خاصا وقت ہے۔ ہم یہیں کہیں جیپ چھپا کر کھڑی کر دیں گے۔"

"او کے سر۔ عمران نے ساتھیوں کو ٹارچ کی روشنی سے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ لوگ جھاڑیوں سے نکل کر ان کی طرف آنے لگے۔ اچانک کسی گاڑی کے آنے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے ان لوگوں کو وہیں رک کر چھپ جانے کا اشارہ کیا اور فوراً جیپ میں سوار ہو کر ڈرائیور کو ایک طرف جیپ چھپا دینے کا کہا۔ جیپ اسٹارٹ ہوئی اور عمران کی ہدایت کے مطابق جیپ آڑ میں کھڑی کر کے بند کر دی۔ لائٹیں بجھا دی گئی تھیں۔ ایک کار آکر کچھ فاصلے پر رک گئی۔ عمران نے اندھیرے میں اس کے ڈرائیور کو پہچاننے کی کوشش کی۔ اس نے کسی کام کے لئے گاڑی کے اندر کی لائٹ جلائی۔ عمران اسے پہچان گیا۔ وہ چیف ہی تھا۔ عمران سہیل کو لے کر جیپ سے اُترا۔ مرتضیٰ صاحب کو اس نے وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ کار تک بہت آرام سے چھپتے ہوئے پہنچ گیا۔ وہ ڈیش بورڈ کے خانے میں کوئی چیز تلاش کر رہا تھا اسلئے اسے احساس بھی نہ ہو سکا کہ کوئی گاڑی کے اتنے نزدیک ہے۔ عمران نے جھٹ ریوالور اس کی گردن پر رکھ دی۔ گھبراہٹ میں چیف کا ہاتھ بھی ریوالور تک جا پہنچا۔

"رک جاؤ چیف۔ اب تمہارا وقت پورا ہوا۔ یہ کھلونا اب مجھے

دے دو اور خود نیچے اتر آؤ۔"

عمران نے ریوالور کی چونچ اس کی گردن میں گھسیڑتے ہوئے کہا

چیف نے ریوالور عمران کو دے دی اور ہاتھ اونچے کر کے گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ یہ سب دیکھ کر سلیمان، فیاض اور ریحان بھی دوڑتے ہوئے ادھر آ گئے۔

"بہت چالاک سمجھتے تھے چیف تم لوگ اپنے آپ کو۔ اب بتاؤ تمہارا کیا حشر کیا جائے۔ تمہارا ساتھی یوگراج بھی گرفتار ہو چکا ہے۔ اب تم دونوں کا سارا ڈرامہ ختم ہو گیا ہے۔"

"نہیں عمران یہ تمہارا خیال ہے۔ ڈرامہ تو میرے حساب سے اب شروع ہوا ہے۔"

پیچھے سے مرتضیٰ صاحب کی آواز نے ان سب کو چونکا دیا۔ عمران نے سلیمان اور فیاض کو اشارہ کیا کہ وہ چیف کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اور خود مرتضیٰ صاحب کی طرف گھوما۔ مرتضیٰ کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں بچے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یوگراج گرفتار ہو گیا ہے۔ مگر ایسے بہت سے یوگراج ہم نے خود مار دیئے ہیں۔ ہمیں جو چیز چاہیئے تھی وہ ہمیں مل چکی ہے۔"

"میں آپ کی بات ٹھیک سے سمجھ نہیں سکا۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

عمران نے ان کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"آگے مت بڑھنا۔ ورنہ جسم کے کونے کونے میں گولیاں داغ دوں گا۔"

"یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ ملک کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ آخر آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"ملک۔ اور میرا ملک۔ میں تو اپنے ملک کے ساتھ وفاداری کر رہا ہوں۔ میرا اصل نام شنکر ہے۔ کرنل شنکر۔ اور رہا تمہارا سیکرٹ کمانڈر مرتضیٰ۔ تو سالا کہیں بندھا پڑا ہو گا۔ لو میں تمہیں اپنا اصلی روپ دکھاتا ہوں۔ اس نے اپنے چہرے سے مرتضیٰ صاحب کا کیا ہوا میک اپ اتارتے ہوئے کہا۔

"کیا غضب کا میک اپ کیا تھا آپ نے۔ یعنی کہ آپ تو بالکل ہی مرتضیٰ لگ رہے تھے۔ بھئی شنکر صاحب مان گیا آپ کو۔ آپ اچھے میک اپ مین ہی نہیں بہت بڑے فنکار بھی ہیں۔ کس کمال سے اداکاری کرتے ہوئے مجھے بھی بے وقوف بنا گئے اور سیکورٹی والوں کو بھی۔" عمران نے کہا۔

"اب بک بک بند کرو اور تم سب اپنی موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"ایک منٹ شنکر صاحب۔ ایک منٹ۔ مرنے سے پہلے تو آخری خواہش پوچھی جاتی ہے۔ کیا آپ میری آخری خواہش بھی پوری نہیں کریں گے۔"

"بکو۔ کیا چاہتے ہو؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کی ایک میٹھی سی پپی لینا چاہتا ہوں۔ آپ جیسے جینیس آدمی کی۔"

عمران نے کہا اور جیپ کے ڈرائیور نے چپکے سے کرنل شنکر کے پیچھے پہنچ کر اپنی پوری قوت سے سامنے کی طرف دھکا دیا۔ دشمنوں کے کرنل شنکر کے ہاتھ سے اسٹین گن گری اور وہ پھسلتی ہوئی عمران تک پہنچ گئی۔ شنکر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ عمران نے لپک کر اسٹین گن اٹھالی۔

"پریشان مت ہو شنکر کتے۔ تمہاری فلموں میں بھی یہ ہوتا ہے آخر میں جیت ہیرو کی ہی ہوتی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم کیسی موت مرنا پسند کرو گے۔"

عمران نے اسٹین گن سہیل کو پکڑاتے ہوئے کہا اور شنکر کی طرف بڑھا۔ وہ بول بھی نہیں پایا تھا کہ عمران نے اس کی مرمت شروع کر دی۔ ادھر سلیمان اور فیاض نے بھی چیف کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ ایک دو ہاتھ جیپ کے ڈرائیور نے بھی دکھائے۔ شنکر کے جسم سے جگہ جگہ سے خون رسنے لگا تھا۔ وہ مار کھا کھا کر بے حال ہو چکا تھا۔ ان دونوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا اور پھر جیپ میں ایسے ڈال دیا گیا جیسے سامان سے بھری بوری پھینکی جاتی ہے۔

"کیا تم بھی اسے نہیں پہچانتے تھے؟"



عمران نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ میں تو مرتضیٰ صاحب کے ساتھ ایک ہوٹل گیا تھا۔ بعد میں یہ ان کا روپ دھار کر آکر بیٹھ گیا۔ مجھے تو یہ سارا قصہ یہاں آکر معلوم ہوا۔ کیسا بڑا ایکٹر تھا۔ میں تو خود حیران ہوں۔" اس نے بتایا۔

یہ لوگ تھانے جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں مرتضیٰ صاحب پہلے سے ہی موجود تھے جو کسی طرح آزاد ہو کر تھانے پہنچ گئے تھے اور ان کے چکر میں انسپکٹر قادر بھی پہنچے ہوئے تھے۔ عمران نے ان دشمنوں کو ان لوگوں کے حوالے کیا۔ وہ تمام خفیہ کاغذات کا بیگ انسپکٹر کے حوالے کیا۔ بیگ پکڑا کر عمران نے انسپکٹر صاحب سے فوراً بیگ چھین

لیا۔ قادر صاحب اس حرکت سے پریشان ہو گئے۔

"سر! گستاخی معاف۔ ذرا اپنی مونچھیں کھینچ کر دکھائیں"۔

"کیا مطلب"؟ انسپکٹر قادر نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"میں چیک کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی اصلی انسپکٹر ہیں یا پھر....."

عمران کی اس بات پر سب کے زوردار قہقہے گونجنے لگے۔

"عمران صاحب ابا کہتے ہیں کہ اب اصلی اور نقلی میں کچھ بھی فرق نہیں رہا"۔ ریحان نے بھی اپنا منہ کھولا۔

"ابے اپنے ابا سے بولو۔ رشوت لینی بند کر دیں تو انہیں اصلی اور نقلی کی پہچان بھی ہونے لگے گی"۔ عمران کے اس جملے پر ایک مرتبہ پھر تھانے میں قہقہے گونجنے لگے۔
